

itle- Makhzan-ul-Mazamee

ithor- Babu Charan Jee Lal

ite- 1885

ibject- Urdu Essays

الزبانی

نمبر

سلسلہ

مخزن المصابین

حصہ اول

جسمیں اعلیٰ اور مستند لوگوں کے اخلاقی علمی
ملکی اور طرز معاشرت کے مضامین مختلف
رسالوں اور اخباروں وغیرہ سے چنگر طلباء
مدرس اور دیگر شائقین عالی خیالات کے
لئے درج کئے گئے ہیں

بالوچرخی لال صاحب مالک و منیر محب ہند پریس دہلی نے

شایع کیا

ماہ اگست ۱۸۸۵ء

نیا فیض بازار دہلی میں بالوچرخی لال صاحب مالک مطبع
کے اہتمام سے چھپا

(تمام حقوق محفوظ ہیں)

U4
B119 M

119
119
book

فہرست مضامین

نمبر	نام مصنف	عنوان مضمون	تعداد
۱	سید سجاد مرزا صاحب مرحوم دہلوی	حاکم محکوم کے خیالات سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے اور ہمارے احکام کی قدر و واقف ہیں	۱
۲	کالج لاہور	فوائد علم نباتات	۹
۳	ماسٹر پیارے لال صاحب قائم مقام انسپکٹر مدارس حلقہ انبالہ	دو آریا بہنیں	۱۲
۴	منشی محمد عبدالصمد صاحب ناگپوری	ریاضت	۱۹
۵	اڈیٹر ہریانہ اخبار جھجھر	غفلت	۲۱
۶	منشی محمد عبدالصمد صاحب ناگپوری	عقل	۲۳
۷	ہریانہ اخبار	انسان اخلاقی نیکی کی سطح حاصل کرے	۲۵
۸	نداردو	امور دشمنی طبع تو بر من بلا شکی	۲۷-۲۹
۹	لالہ فقیر چند صاحب دہلوی پبلسٹنٹ ٹریڈر	اُردو زبان کی حقیقت	۲۹-۳۹
۱۰	منشی محمد نذر خان صاحب دہلوی	بیوہ کی شادی کیوں نہیں کرتے	۳۹-۴۱
۱۱	منشی محمد خالص صاحب از کیپور تھلہ	توجہ و عدم توجہ	۴۱-۴۲
۱۲	منشی گنڈرنگ صاحب مدرس فارسی	صغیرنی میں شادی کرنا کی نقصان	۴۲-۴۴

مخزن المصابین

مضمون مصنفہ جناب سجاد مرزا صاحب ممبر دہلی سوسیٹی
عنوان مضمون

حاکم محکوم کے خیالات سے کیونکر واقف ہو سکتا ہے ہمارے
حکام والا مقام رعایا کے خیالات سے کس قدر آگاہ ہیں
اور انکی آگاہی کے نقص کو کون سا امر کہہ سکتا ہے
امور دنیوی میں حکومت سے زیادہ مشکل شاید کوئی چیز ہو لا کہوں آدھونکی خطا کا
بوجہ اپنے سر پر لیا اونکی صلاح و فلاح کی فکر میں ہم تن مصروف ہونا اس امر کو اپنا فرض
سمجھنا اور ہر امر میں منتظم حقیقی کے سامنے اپنی تئیں جواب دہ جاننا کچھ آسان کام نہیں
ہے علم کامل عقل راسا طبع انصاف آشنا پر تجربہ حاصل ہو اور خدا کا فضل شامل ہو جب
یہ بوجہ ادا ٹھہ سکے اور فرض پورا ادا ہو سکے۔ حاکم کا حال طبیب سے بہت ملتا ہے
علم و عقل و تجربہ دونوں کو ضرور ہے طبیب اگر طب نہیں جانتا تو کیا خاک علاج کرے گا
حاکم اگر علم اخلاق و اصول سیاست مدن و حسن معاشرت سے آگاہ نہیں تو کیونکر حکومت
کر سکیگا عقل و تجربہ بغیر دانا تشخیص مرض و شوار اور یہاں قانون سازی و تحقیق مقدمہ
محال نسخہ لکھنے سے اول طبیب کو مریض کے حال سے کچھ حقیقت واقفیت ضرور ہے قانون
کے مسودہ طیار کرنے سے پہلے حاکم کو رعایا کے منشاء سے آگاہی واجب ہے طبیب اگر
مریض کا حال خوب نہ جانتا ہو گا تشخیص مرض میں غلطی کہائیگا حاکم اگر رعایا کے خیالات
سے بے خبر ہو گا فائدہ کے عوض نقصان پہنچائیگا جیسے غلط و صحیح تشخیص مریض پر فیصلہ



موت و زندگی و طبیب کی ناکامی و کامیابی موقوف ہو اس طرح رعایا کے خیالات و
 حالات کی واقفیت اور عدم واقفیت پر رعایا کی یہودی و خرابی اور حاکم کا انتظام
 و بے انتظامی منحصر ہے طبیب حاکم کے مقابلہ کرنے سے یہ خوب ثابت ہو گیا کہ مریض کی صحت
 و رغبت کی عافیت جو طبیب حاکم کی کوشش کا نتیجہ اور آرزو کا منتہی ہے بے یمن و حال
 سے واقف ہو کر اور بے رعایا کے خیالات کے جانے ہرگز حاصل نہیں ہو سکتی اب بین اس
 امر میں بحث کرنا چاہتا ہوں کہ حاکم رعایا کے خیالات سے پوری پوری آگاہی کیونکر حاصل
 کر سکتا ہو اس بحث سے پہلے میری رائے ناقص میں یہ آتا ہے کہ اول اذن صورتوں کو بیان
 کروں جنکے کام میں لانے سے ایک شخص دوسرے شخص کے خیالات سے باہر ہو جاتا ہو وہ کئی
 صورتیں ہیں **اول** یہ کہ جس شخص کے خیالات انسان دریافت کرنا چاہتا ہو اس کو کچھ
 ظاہری کو نہایت غور سے دیکھتا ہو اور ان افعال پر خیالات کو قیاس کرتا ہو اس صورت
 ذرا قیافہ شناسی درکار ہے اور پہر ہی پورے پورے خیالات معلوم ہونے دشوار۔
دوسرے یہ کہ اس کے ابا و اجداد و اہل صحبت کے حالات و خیالات جیسے ہوں
 ویسا ہی اس کے حالات و خیالات کو سمجھ لیتا ہو تخم کی تاثیر و صحبت کا اثر مشہور ہے
 اگرچہ شاذ و نادر ہی ہوتا ہو کہ بیٹھو میں باپ کی چھٹیٹ نہیں ہوتی بعض ایسے لوگ ہی
 ہوتے ہیں کہ ہر رنگ کی صحبت میں بیٹھتے ہیں مگر اپنا ڈھنگ نہیں چھوڑتے قلیسے
 یہ کہ اس کے ملنے جلنے والوں کی طبیعت و خیالات کو پوچھتا ہو اس صورت میں بھی کم
 کا ست حال دریافت نہیں ہوتا دوست ہمیشہ دو باتیں اچھی ہی کہتا ہو دشمن ایک نہ ایک
 کشتی کہہ جاتا ہے چوتھے یہ کہ حال دریافت کر نیوالا دو چار ایسی بیٹھی اور قریب کی
 باتیں کرتا ہو کہ وہ شخص کہل جاتا ہو اور اپنا حال ظاہر کر دیتا ہو اس صورت میں حتیٰ کہ
 قریب ظاہر نہ ہو اس وقت تک خیریت ہو اور ہر بید کہلا او دھر زبان بند ہوئی۔
پانچویں رفتہ رفتہ راہ و رسم پیدا کرنا ہو اور دوستی بہم پہنچانا ہو یہاں تک کہ دونوں کو یک

دوسرے کی دوستی پر اطمینان رکھتی ہو جاتا ہے اس صورت میں کوئی بیدار ایسا نہیں جو
 پوشیدہ ریحلے تجربے سے ثابت ہو کہ جس شخص کی دوستی پر سیکو اعتماد کامل ہوتا
 ہے اور وہ اسے اپنی بہلائی سے خوش ہو بیٹا والا اور برائی سے تاسف کر بیٹا والا جانتا ہے
 اس میں سب کچھ کہہ دیتا ہے اپنے عیب تک اس سے نہیں چھپاتا اور یہی بعض طریق میں
 مگر ان کے بیان سے طول ہو گا۔ الغرض انہیں طریقوں سے حاکم ہی رعایا کے خیالات
 سے آگاہ ہو سکتا ہے **اول طریق** ملاحظہ احوال و افعال رعایا ہی ہنگامی و
 پیشاوریوں کے افعال اتنے مختلف ہونگے کہ ممکن نہیں کہ کوئی انہیں چشم تامل سے
 دیکھے اور ان کے خیالات کا فرق نہ پا جائے **دوسرا طریق** مطالعہ تاریخ ہی پہلے طبقہ
 کے حالات و خیالات اگرچہ دوسرے طبقہ سے مختلف ہوں مگر یہ کب ہو سکتا ہے کہ وہ
 آپس میں بالکل نہ ملیں گو سیوا جی جیسا الزم آج کوئی مرٹھون میں نہ ہو مگر من چلے
 سپاہی اور دل کھلے شہسوار اب بھی مرٹھون میں پاؤ گے اخبار نویسوں کی
 رلیوں اور انجمنوں کے فیصلوں کو پڑھنا گویا یا ران جلسہ سے حال پوچھنا ہی گویا ان
 رلیوں میں سب بالغہ و طرفداری و خوش آمد کو کچھ کچھ دخل ہی ہے مگر پھر بھی رعایا کا
 بہت سا منشا اس ذریعہ سے معلوم ہو جاتا ہے جو تہا طریقہ کیا ہے خفیہ نویس اس
 مخبروں سے حال دریافت کرانا یا پھر ان طریقوں سے حاکم و محکوم میں پورا اعتماد
 و اعتقاد و ادب و محبت و ارادت پیدا ہو جاتا ہے اس صورت میں ممکن نہیں کہ اپنے دیکھنے
 کو ذرہ ذرہ محکوم اپنے حاکم سے نہ کہے اور حاکم اس کا کماحقہ تدارک کرے اس میں
 بہت خوشی سے اقرار کرتا ہوں کہ ہماری بیدار مغز و رعیت پر در حکام یہ سب طریقے
 برتنے ہیں مگر بے اسکے کہے ہی چارہ نہیں کہ سب میں کچھ نہ کچھ نقص ضرور ہے ہمارے
 حکام و الامقام اپنے اپنے احاطہ حکومت میں ہمیشہ دورہ کرتے ہیں شہروں میں ہی
 سوار ہو کر نکلتے ہیں رعایا کے حالات کو ملاحظہ فرماتے ہیں مگر ایسی ہی نظر سے کرنا

میں لوگوں کے پہرے چلنے سے ڈکانون پر خرید و فروخت ہونے دیکھنے سے دوچار کو
 گھوڑے بگھی پر پہرے ملاحظہ کرنے سے آبادی شہر و آسودگی رعایا کا نتیجہ نکال
 لیتے ہیں کبھی کسی مغز چہرہ کو گر دو غبار افلاس میں آلودہ اپنے فکر میں گردن جھکا
 راستی سے بچ کر چلتے دیکھ کر یہ پوچھنے کی دلیری نہیں ہوتی کہ یہ فلک زدہ کون ہے
 اور اسپر اسکے سخت دشمن نے جو اسپکا پیٹ اور اسکی اولاد ہو کیا ستم کر رکھا ہے کبھی
 کسی تربیت یافتہ ہونہار جوان کو پست حالتی کی قید میں پہنسا دیکھ کر یہ خیال نہیں
 آتا کہ اگر اس الوالعزم کو اپنے جوہر دکھانے کا موقع ملے تو یہ کیا کچھ رنگ نہ لائے
 ہریشہ گمان مبرکہ خالیست و شاید کہ پلنگ خفتہ باشد و میں اول وعین کر چکا ہوں
 کہ ملاحظہ حال میں ذرہ قیافہ شناسی اور تحقق نظر در کار ہی ٹوڑیو صاحب بہادر سابق
 والیسرے سند کو خدا نیک جزا دی کہ ادھون نے سلما نوکی پست حالت کو دیکھ کر انکی
 ترقی تعلیم کی طرف توجہ مبذول فرمائی اور شرف شانہ سے ایک رزولوشن جاری
 فرمایا جسکے منشا ہے کہ حکام ماتحت سلما نوکی تعلیم و تہذیب میں زیادہ کوشش فرمائیں
 بلکہ انکی ترغیب علم کی واسطے بعض خاص ذریعہ کام میں لائیں جس تغافل کی شکایت
 کرنے کی میں نے دلیری کی ہو اور اسکا علاج میری رائے ناقض میں صرف یہی ہے کہ
 ایسے بیدار مغز و شفیق حکام کی مکمل حکام پیروی فرماویں اور جیسے کار سرکاری کی
 خوش آہولی سے سر انجام کرنے میں ہر حاکم دوسرے حاکم سے سبقت لیجائیں کا ارادہ
 کرتا ہو اس طرح رعایا کے ملاحظہ احوال اور اسکی تیمارداری میں ایک دوسرے سے
 آگے قدم رکھنے کی کوشش کریں۔ ہمارے حکام چونکہ اکثر یونیورسٹیوں کی تعلیم
 یافتہ ہیں اور نکو تار خد ان نکلنا چوٹا موخہ بڑی بات ہے مگر میری رائے ناقض
 میں اور انکا علم تاریخ صرف انگریزی تاریخ میں محدود ہے اگرچہ انگریزی مورخوں نے
 ہندوستان کی تاریخ کر بے اصل و مبالغہ آمیز قصوں سے پاک و صاف کر دیا ہے مگر

اس میں بھی شک نہیں کہ خود بھی کہیں کہیں تعصب کی بلا میں پھنسے ہیں علیٰ الخصوص وہ مصنف جنہوں نے شہادہ کے عذر کا حال لکھا ہے پس عمدہ تاریخدان ہندوستان میں وہ ہو سکتا ہے جو کتب انگریزی و فارسی دونوں کو پڑھ سکے اور سلمان اور عیسائی مورخوں کی تحقیق و رائے میں امتیاز کر سکے ہندوؤں کے زمانہ کی کوئی کتاب حسنی و قبیحہ تاریخ پایا ہو مجھے نہیں معلوم ورنہ سنسکرت و ہندی جاننا ہی تاریخ ہندوستان بخوبی جاننے کی واسطے میری رائے ناقص میں ضرور ہوتا تاریخدانی کے اس نقص کے کہہ سکتے ہیں کیواسطے ضرور ہے کہ حکام اردو فارسی خوب جانتے ہوں مگر تعجب ہے کہ بیچارے ہندوستان کو سول سروس کے امتحان میں انگریزی زبان سے خوب ماہر ہونا ہی کافی نہ سمجھا جائے بلکہ انگریزی والی اور مندر کا طے کرنا لازم و ملزوم ہوں اور یورپینز کو اردو فارسی والی میں کچھ ہی کے اردو کے معمولی الفاظ سمجھنا ہی کافی ہے مگر قصور کیا جائے ۵ بین تفادیت رہ از کجاست تا بگیا۔

اخبار وغیرہ دیکھنے کی بہت سے حکام کو تو مطلقاً فرصت ہی نہیں ملتی اور جو اخبار دیکھتے ہیں وہ اول تو اکثر انگریزی ہی اخبار دیکھتے ہیں دوسرے جو شکایت اخبار نویس لکھتے ہیں اور پیر بہت ہی کم التفات فرماتے ہیں مجھ کو آفتاب ثابت نہیں ہوا کہ صرف اخبار نویسوں کی یا ارباب انجمنہائے تہذیب و رفاه کی شکایت سے حکام نے کسی امر کی اصلاح کی ہو میری رائے ناقص میں رعایا کے خیالات دریافت ہونیکے لئے حکام کو یہ امر نہایت ضرور ہے کہ کوئی خاص حاکم انجمنوں کے رسالوں اور اخبار نویسوں کی راپوں کے دیکھنے کے لئے اور ان کے منشا سے گورنمنٹ کو آگاہ کرے تاکہ واسطے مقرر کیا جائے بہتر یہ ہے کہ ہر لوکل گورنمنٹ کا ایک سکرٹری جو نصف و رحم دل ہو اور اردو خوب جانتا ہو اس کام پر مامور کیا جائے کہ وہ انگریزی و اردو رسائل و اخبار بغور پڑھے اور مبالغہ و خود غرضی کو دور کر کے رعایا کی

آرزو میں گورنمنٹ پر ظاہر کرے اور گورنمنٹ جہاں تک منافی انتظام و سہولت
منہوا و نیرالتفات فرمائے۔

خفیہ نویسی اور مخبری سے حال دریافت کرنا خاص موقع کے لئے ہو میری
راے میں اسکو وسعت دنیا مناسب نہیں ہو پس اس کے نقصون کو کیوں بکھون ورنہ
اس طریق میں اتنے نقص ہیں کہ جنکا بیان مشکل ہے۔ رہی دوستی و راہ دہم
وہ پاس رہنے ملنے جلنے اور دکھ درد کے شریک ہونے پر موقوف ہی ہیں رہنے کو
تو اختلاف مزاج اور عذر آب و ہوا مانع ہے اسے کون تسلیم کرے گا کہ ہندوستانی
مکان کی ہوا جو ایک طرف سے بالکل بند اور سب طرف سے اونچے اونچے مکانوں سے
گہرا ہوا ہوتا ہے ویسے نہیں ہوتے جیسے صاحب کوٹلی جنگل کی کوٹھیاں ہوتی ہیں
جب ہم گرم ملک کے رہنے والے بعض اوقات اپنے مکانوں کی خرابی ہوا سے تکلیف
اوٹھائیں تو سرد ملک والے کیوں انہیں دنیا کا دفرخ نہ سمجھیں ملنا جلنا اور سکا یہ
حال ہے کہ جو وسیع الاخلاق حاکم ہیں وہ ہفتہ میں ایک دن ملتے ہیں وہ مسمولان
سے اگر دو چار منٹ سے کوئی زیادہ بیٹھے تو خود اچھا صاحب رخصت فرماتے ہیں حرف
مطلب تو زبان پر آنا ممنوع ہوتا ہی ہے طرفہ یہ ہے کہ بعض اوقات تو ادھر ادھر کی
باتیں ہی نہیں ہوتیں روز ملاقات صاحب ایک بات تجویز فرما لیتے ہیں جو جابا
اوس سے وہی جملہ کہا جاتا ہے اس جملہ سے ہی صاحبان عالیشان کی اردو سے
واقفیت ظاہر ہے الغرض اوس کے جواب سے وہ فارغ نہیں ہوتا کہ رخصت کا وقت
آ جاتا ہے انصاف یہ ہے کہ کم فرصتی و اشتغال ضروری ہی ملنے جلنے کو ملے ہوتے
ہیں مگر نہ اس قدر معذامین نے بعض حکام کو جنکے مان کام تھوڑا ہے اور اوج کے
یوروپینز دوست ہی اونکے شہر حکومت میں نہیں اور عالم تجرد بھی بیکار نہیں ہوتا کہ وقت
فرصت پیٹ بھر کے سوتے ہیں مگر آدھی رات کی صحبت و ملاقات کو ہتک مرتبہ

سمجھتے ہیں دیکھہ دروین شریک ہونا تو کیا اپنے دیکھہ دروین شریک نہیں کرتے
 خفیف سی علالت میں اگر کوئی احمق ہندوستانی عبادت کو جیسے تو ہرگز بارہا
 نہیں ہو سکتا کیا بد کا سا دروہ اس سبکسر کے واپس پھیر دینے کو کافی نہیں ہو امر
 آخر کے اصلاح کے باب میں مولوی میر محمد صاحب خوشنویس نے اپنے مضمون میں
 جو ماہ جولائی کے رسالہ دہلی سوسائٹی میں چھپا ہے اچھی رائے دی ہے میر صاحب
 موصوف تحریر فرماتے ہیں کہ حکام کی ملاقات کی تقسیم طرح ہو کہ اول ہفتہ میں
 فقط روسائے شہر سے ملین دوسرے میں علما سے تیسرے چوتھے میں عام خلائق
 سے اس رات میں کچھ شریک ہوں اور کچھ مختلف میری رائے ناقص میں ہر قسم
 کے ممتاز شخص سے ملنا گویا کل رعایا سے ملنا ہو اور خواص کی ملاقات سے عوام کے
 خیالات ہی معلوم ہو سکتے ہیں شاید عوام خود اپنے مطالب کو اس طرح ظاہر ہی کر سکیں
 جس طرح خواص انکی آرزو میں حکام پر ہو یا اگرین بشرطیکہ ملاقات میں کچھ بے تکلفی
 و آزادی ہو اور اگر یہ نہیں تو ہاتھ ملانے اور صورت دیکھ لینے سے کیا ہوتا ہی بیان
 میں یہ کہنا ہی مناسب سمجھتا ہوں کہ ہمارے ہندوستان کو خصوصاً امر کو جسکو حکام
 سے ملنے جلنے کا زیادہ موقع حاصل ہو لیے اوصاف ہی پیدا کرنے چاہئیں جسکے سبب
 انکو یورپینز کے اور یورپینز کو انکی ملاقات کا لطف حاصل ہو اور ان اوصاف کی
 توضیح چونکہ میرے مضمون سے چندان تعلق نہیں ہے اسلئے میں اس بات کو یہیں چھوڑ
 اپنے مطلب کی طرف عود کرتا ہوں۔

اسو رات مذکورہ بالا کے سوائے میری رائے ناقص میں ہمارے حکام کو رعایا کے
 خیالات سے بوری آگاہی اور وقت ہوگی جب ہندوستان کو انتظام ملک میں
 بہرہ کافی دیا جائے اگرچہ ہندوستان کی حالت آج کمال تنزل پر ہے اور
 انگریزی شائستگی کے آفتاب کی روشنی نے ہماری جہالت و تعصب کے انہیر

کو بہت کم کہو یا ہے تاہم مجھ تو یہ سرگز باد نہیں آتا کہ بڑے بڑے صوبوں میں
دو دو چار چار آدمی ایسے لائق و فہیم و شالیتہ و تربیت یافتہ نہیں جو اپنے
سموطن بہائیوں کے حالات سے کما حقہ آگاہ ہوں اور انکی خواہشوں کو کنسل میں
پیش کر سکین اور انکی آسودگی و آرام کے لئے عمدہ عمدہ قوانین بنا سکین میں
دلیری سے کہتا ہوں کہ آج ہی ہمارے ملک میں ایسے لوگ موجود ہیں مگر افسوس
کہ گورنمنٹ کو انکی طرف توجہ نہیں را جگان ہند کا شریک کو نسل ہونا اگرچہ
کل ہندوستان کے لئے باعث افتخار ہے مگر اس سے مطلب کچھ نہیں نکلتا
جب میں کو نسل قانون ساز کے جلسوں کی کیفیت پڑتا ہوں اور اپنے رؤساء
ہندوستانی کی آواز اس مجلس میں نہیں سنتا تو کیسا تاسف مجھے ہوتا ہو جیسا
یہ مصرعہ زبان پر آ جاتا ہے کہ ہر کسی راہر کار سے ساختہ عیش کے بند و نکو محنت سے
کیا سروکار اور جو فکر و الم سے لاکھوں کوں بہا گین او نہیں ہمدردی کی عار کب
گوارا وہ اور ہی لوگ ہیں جو اپنے سموطنوں کے یہودی کیواسطے اپنا قیمتی وقت
خرج کرنے میں موجود ہیں اور اپنے بہائیوں کی حمایت میں زبان و قلم کی شمشیر ابدار سے
لڑنے کے شوق میں جھومتے ہیں۔

مفصلات میں اعلیٰ عہدے ہندوستانیوں کو ملنا ہی وہ امر ہے جو خیالات رعایا
کے دریافت ہونیکے لئے بہت ہی فائدہ مند ہے مگر چونکہ مضمون کو طول ہو گیا ہے
اسلئے میں اسباب میں اسوقت کچھ لکھنا مناسب نہیں سمجھتا۔

آخر میں یہ التماس ہے کہ جب میں اپنی گورنمنٹ کے رعایا پروری و بیدار مغزی
و آزاد منشی کو گورنمنٹ بسا بن یا آجکل کے ہندوستانی رئیسوں کے حال سے مقابلہ کرتا
ہوں تو بد رجھا بہتر آتا ہوں بلکہ اسباب میں بعض اوقات اپنے ٹیپہ ہندوستانی
بہائیوں سے لڑتا ہوں جب ہم اپنی گورنمنٹ کو ایسا پاتے ہیں آزادانہ را

دینے کے جرات بھی ہوتی ہے ورنہ اندھے کے آگے کون رو کر اپنے آنکھیں کھٹکتا ہے الہی جناب ملکہ معظمہ دام سلطنتہا کا سایہ عاطفت ہمارے سر پر دیرگاہ قائم رہے اور ہم اپنی گورنمنٹ کی عدالت و اعانت و اپنی جودت و لیاقت سے علم ادب و اخلاق میں وہ رتبے حاصل کریں کہ انکی پشت گرمی سے حکومت میں بہرہ کافی پائیں اور اپنی یورپینز رہائیوں سے کسی امر میں نہ شرمائیں۔

مضمون مصنفہ ماسٹر کنہیا لال صاحب ہید ماسٹر ٹل سکول

فوائد علم نباتات

جو چیزیں ہم اپنے آگے پیچھے دائیں بائیں اوپر نیچے دیکھتے ہیں تین بڑے حصوں پر منقسم ہیں حیوانات نباتات و جمادات ان تینوں کو موالید ثلاثہ کہتے ہیں حیوانات میں انسان چند پرند جتنے ذی روح چلتے پھرتے ہیں اور حرکت کرتے ہیں سب شامل ہیں اور تمام چیزیں جو زمین پر اگتی ہیں نباتات کہلاتی ہیں خواہ چھوٹے چھوٹے پودے ہوں خواہ بڑے بڑے درخت خواہ گھاس خواہ پہل پہل۔ جمادات اون اشیاء سے مراد ہے جو کانون میں سے نکلتی ہیں مثلاً سیر آئینا سونا چاندی لوہا تانبا کوئلہ سنکھیا۔ اگر مخلوقات کی تینوں قسموں میں سے کسی ایک فرد واحد پر غور کیجائے اور اس کے اجزا نظر تامل سے دیکھ جائیں تو ہر ایک ٹکڑا عجائبات سے پُر دکھائی دے گا۔ صاحبو۔ مکھی بھی کوئی چیز ہے چھپر بھی کوئی چیز ہے۔ مکڑی بھی جانور دن میں جانور ہے۔ اول تو شاید یہی کہو۔ کچھ نہیں۔ پھر اگر کہو تو یقیناً یہ کہو کہ مکھی ایسا مکروہ جانور ہے کہ اسکو نہ کھانے پر بیٹھو دیتے ہیں نہ بدن پر اور نہ کسی چیز پر۔ مکڑی بدن پر لی جاتی ہے تو آگ لگا دیتی ہے۔ پھر رات بھر سونے نہیں دیتے تشنہ

آدم زاد ہیں۔ غرض ان جانوروں کا ذکر جہاں کہیں آئیگا اسی طرز پر آئیگا۔ لیکن ذرا نگاہ کی آنکھ کو خوردبین سے ملاحظہ کیجئے کیسی خوبصورت اور رنگ برنگ کی نظر آتی ہے۔ مکڑی کی اکیسواٹھ ہیں ہوتی ہیں اور ہر ایک آنکھ میں بیس زہر پر شیشہ کی مانند شفاف ہوتے ہیں اور ہر پرت کے آر پار باسانی اور اچھی طرح دیکھ سکتے ہیں۔ چہرے کے دل گردہ جگر گین ایسی ہی ہوتی ہیں جیسے انسان کے بدن میں اس صالح کامل کی صنعت یا داتی ہو کہ ایسے چوٹے سوجھ میں اس خوش اسلوبی سے یہ رگ پٹے کیونکر بنائے ہیں کہ حرکت کرتے ہیں اور اپنے اپنے موقع پر سب کام دیتے ہیں۔ انسان کی ساخت اور بناوٹ پر نظر کرنے سے تعجب آتا ہو اور اس کے قواسم عقلیہ اور روحانیہ کی طرف طبیعت لڑا تے ہیں تو گویا ایک بحرِ خاریں غوطہ لگاتے ہیں موتی تو کیا ماتھے آنا تھا مان خود دریائے حیرت میں ڈوب جاتے ہیں ہزاروں عالم اور بڑے بڑے حکیم سر ٹکرا کر مر گئے مختلف قوتوں کے نام مقرر کر گئے مگر کوئی منزل مقصود تک نہ پہنچا۔ بہلا کوئی یہ تو بتائے کہ حافظہ میں اتنی قدرت کہاں سے آئی کہ وہ ہر چیز کو یاد رکھ سکتا ہے اور عذرت مدید کے بھی جو کچھ گذرا تھا بتا سکتا ہے۔ قوت متحیدہ نے یہ بلکہ اور انداز کہاں سے پایا کہ ان ہوائی خیز کو ذہن کے سامنے صورت بنا کر کھڑی کر دیتی ہے۔ اسی قوت کے وسیلہ سے ہم اور دن کی تکلیفیں اور خوشیاں جان سکتے ہیں اگر یہ ہوتی تو کوئی شخص دوسرے کی خوشی اور رنج میں شریک ہوتا شاید انکو سمجھ ہی نہ سکتا ایک اور قوت ہے جس سے نیک و بد کی تمیز ہوتی ہو۔ اگر بوجھوان قوی کو یہ قدرتیں کہاں سے حاصل ہوئیں۔ خیالات وہی بہت سے ہیں لیکن اصل کو سوائے ایندہ پاک کے کون جانتا ہے۔ لو کیا کہتا تھا کیا کہنے لگا۔ غرض کہاں تک اپنی سمجھری کروں کوئی چیز ایسی نہیں جو عجیب ہو۔ ایک کیمیا کرنے یہی ثابت کروا رہا

کہ کوئلے اور ہیرے کے اجزا ایک ہیں اگر کوئلے کے اجزا کسی کل سے دبائے جائیں تو ہیرا بن سکتا ہے۔ نباتات بھی عجائبات سے بہری ہوئی ہے۔ کائی جو بارش کے موسم میں مکانوں کی دیواروں اور منڈیروں پر جم جاتی ہے اور زمین پر پھول پتے میل بولتا ہوتا ہے یہ صرف نظر غور درکار ہے کہ اسکی کیفیت کو دیکھیں اور پہچانے۔ نباتات کے علم سے بہت سے فائدے حاصل ہوتے ہیں مگر میں مختصراً دو تین ہی بیان کرونگا۔ اول ٹبرا فائدہ یہ ہے کہ علم طب کو اس سے بڑی مدد پہنچتی ہے۔ جو امراض کسی ملک میں ہوتے ہیں خداوند کریم مسبب الاسباب نے انکے علاج ہی اسی جگہ پیدا کئے ہیں انسان کی صحت کو شش ضرور ہے۔ یونانی حکیموں نے اس باب میں بہت کچھ سعی کی لیکن نہ اتنی کہ بالفعل کوشش کی ضرورت نہ رہی ہے۔ ہمارے ملک کے حکیم وید ہیں انکو اس ملک کی گہاس پہنوس جڑی بوٹی کا بہت سا حال معلوم ہے اور بعض تو ایسے مبصر ہو گزر رہے ہیں کہ ایک مرنے کے لئے ایک ہی دوا تجویز کر گئے ہیں لیکن ہزار پودے ابھی الہی اور باقی ہیں کہ جنکے خواص سے ذرا ہی آگاہی نہیں۔ کیا ممکن نہیں ہو کہ لاعلاج مریضوں کے لئے کوئی نسخہ عجیب یا داروے سودمند کسی گہاس میں سربراہ ہو سکے ویدہ بنایا جاتے۔ دوم نہر اور فن کو اس علم سے بہت فائدہ پہنچا ہے۔ دیکھو انگریز چمال سے کیسے کیسے عمدہ اور مضبوط کپڑے بناتے ہیں۔ ہماری مٹن سوائے روائی اور ریشم کے اور کسی شے سے کپڑا بنانا نہیں جانتے۔ عجیب نہیں کہ ہمارے ملک میں بھی کوئی ایسی گہاس یا درخت پیدا ہوتا ہو جسکے گود میں یا تین پاریشوں سے کپڑا تیار ہو سکے کچھ کپڑے پر منحصر نہیں اور بہت سی چیزیں بھی مثلاً رنگ وغیرہ پودوں سے حاصل ہو سکتی ہیں میں نے سنا ہے کہ سنہری رنگ جو بعض انگریزی تانے اور پتیل کی چیزوں پر کیا ہوا ہوتا ہے وہ کسی گہاس سے نکلتا ہے

سوم ہماری آسائش اور روزمرہ کے آرام میں بھی یہ علم بہت مفید ہے۔ عمارت کے کام میں صرف سال کی لکڑی مستعمل ہے۔ عرصہ سے یہ لکڑی بہت گران بکھتی ہے۔ اگر ہم اپنے ملک کی کل لکڑیوں کی قسم سے واقف ہو جائیں تو کیا عجب ہے کہ کوئی اور لکڑی مضبوط اور سستی عمارت کے ڈھب کی نقل آوے۔

مضمون مصنفہ ماسٹر پیارے لال صاحب مترجم اول دفتر وائسرائے پنجاب حال قائم مقام پیکر مدارس حلقہ انبالہ

دو آریا ہینین

پہلے اس سے کہ ان دونوں ہینوں کی بود و باش کا حال لکھا جائے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ انکی قرابت کی کیفیت بطور اختصار بیان کی جائے۔

واضح ہو کہ ممالک یورپ میں زبان سنسکرت کی تحصیل کے چرچے سے اسی ہینین صدی میں ایک علم ایسا نکلا ہے جسکی طرف پہلے کسیکو توجہ نہ دی تھی۔ وہ علم زبانوں کی تحقیقات و تطابق کا علم ہے۔ جو زبانیں دنیا کے مختلف طبقات میں بولی جاتی ہیں اس علم کے ماہرانکی ساخت کو بہت غور و فکر سے دیکھتے ہیں اور جن زبانوں کی ساخت کو یکساں پاتے ہیں اور ایک کے کچھ الفاظ بھی دوسرے کے الفاظ سے مل جاتے ہیں تو انکو ایک خاص قسم میں داخل کرتے ہیں اور پھر اسی تحقیقات کے ضمن میں بہت سی تاریخی باتیں ایسی دریافت کر لیتے ہیں جنکا اوکسپیٹر چیر معلوم ہونا ممکن نہ تھا۔ اسی تحقیقات کے ذریعہ سے اب یورپ کے لوگوں کو یہ بات معلوم ہو گئی ہے کہ سنسکرت اور یونانی اور لاطینی اور جرمن اور انگریزی اور فارسی سب ایک خاندان کی زبانیں ہیں اور زبانہائے آریا ان لوگوں نے ان زبانوں کا نام رکھا ہے جو زبان ان سب زبانوں کی اصل

تھی اور اس کا حال اب تک بخوبی منکشف نہیں ہوا مگر اس قدر قیاس کیا گیا ہو کہ
 کسی زمانہ میں وہ وسط ایشیا کے پہاڑوں میں بولی جاتی تھی اور جو لوگ اسکو
 بولتے تھے وہ اہل ہندو اہل یونان و اہل اطالیہ و اہل جرمنی و اہل انگلستان
 و اہل ایران سب کے بزرگ تھے۔ آب و ہوا کی نام ساز گاری یا کسی اور
 سبب سے انہیں سے ایک گروہ وطن مالوف کو چھوڑ کر ہندوستان میں آیا اور
 اوّل اوّل پنجاب میں آباد ہوا۔ دوسرا گروہ یا دوسرے کئی گروہ اوسے مقام
 سے چلکر مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور رفتہ رفتہ یورپ کے مختلف ملکوں میں
 آباد ہو گئے۔ یہاں سے ظاہر ہے کہ اگر ہندوستان کی عورتوں یعنی ہندوؤں کو
 انگلستان کی عورتوں کی بہن کہا جائے تو کچھ بجا نہیں ہے کیونکہ ابتدا میں نکاس
 دونوں کا ایک ہی مقام سے ہوا ہے۔ اس مہیب کے بعد اب ہم دونوں ہندوؤں کا
 کچھ حال لکھتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ حضار جلسہ کو وہ دلچسپ معلوم ہوگا۔
 انگلستان والی بہن جب پیدا ہوتی ہے تو اس کے والدین کو اس کے پیدا
 ہونے سے تقریباً ویسی ہی خوشی ہوتی ہے جیسے لڑکوں کے پیدا ہونے سے ہو
 کرتی ہے۔ کوئی نیا فکر یا تردد پیدا نہیں ہوتا بلکہ خلاف اسکے جب ہندوستان
 والی بہن پیدا ہوتی ہے تو اسکے مایا پون اور قریب کے رشتہ دار و شیرافندگی
 چھا جاتی ہے اور وہ یہ سمجھتی ہیں کہ آسمان سے ہمارے سر پر کوئی تیر ٹوٹ کر
 گرا ہے جس عیش و عشرت اور بے فکری میں انکی پہلے گزرتی تھی اب وہ با
 نہیں رہتی۔ اس وقت سے یہ فکر انگیز ہو جاتی ہے کہ اسکی شادی کیوں نہ
 سرما یہ ہم نہ چائے۔ خواہ ہمیں اپنا ہی پیٹ کیوں نہ کٹے۔ لڑکی کا باپ
 اگر کچھ فضول خرچی کرتا ہے تو اس کے بزرگ اور اور لوگ اسکو سمجھاتے ہیں
 کہ بیان اب تم بڑی کے باپ ہو تو تمکو لازم ہے کہ سوچ سمجھ کر خرچ کیا کرو پنجاب

ایک مثل مشہور ہے کہ کہا کہا کہا جب تک وہی نہ جائے۔ بہن بہن بہن جب تک لون نہ آئے۔ اس کلام میں خطاب عورت سے ہو اور مطلب اسکا یہ ہے کہ جب تک تیرے مان لڑکی پیدا نہ ہو تب تک جو چاہے سو کہا اور جب تک تیرے لڑکے کی بی بی نہ آئے جو چاہے سو بہن۔ ایک ورعدہ ثبوت اس بات کا کہ ہندوستان والی بہن کے پیدا ہونے سے اوسکے والدین کو غم ہوتا ہو یہ ہے کہ ہندوستان میں جب کسی کے مان بچہ پیدا ہوتا ہے تو ایک قسم کے گیت گاتے جاتے ہیں جنکو بہائی کہتے ہیں اور اوئین سے بعض میں لڑکون کے پیدا ہونے کی خوشی اور لڑکیوں کے پیدا ہونے کا افسوس ظاہر کیا جاتا ہو چنانچہ ایک گیت یہاں بھی حضار جلسہ کے واسطے لکھا جاتا ہے۔

بہائی۔ اونچا سا کیڑا کنکر پٹرا سکل دھول دھلایا + جس چڑھ دو نو سدا جو اکیلین کون مارا کون جیتا + دادا مارا دوسرا جیتا داری پت داؤ جو پڑ گئے مستی کیون نہ مارا عاری سے تی مہاراج کنوار کیون مارا + دادا تو اسی دن مارا جسدن کنیا جنیا + مطلب اسکا یہ ہے کہ ایک اونچا مکان سے اوپر شنگرف سے اوسکو خوب رنگا ہے دوسرا ہی اوئین بیٹھ کر جو اکیلے بہن قسمتی سے بڑی داؤ جو پڑی تو ولہن کا دادا مارا اور دولہا کا دادا جیتا پھر اہمیں لہن کے دادا سے سوال ہے کہ عاری دار ماتی کیون نہ مارا پوتی کو کیون مارا۔ جواب ہے کہ دادا تو اوسیدن مار چکا تھا جسدن لڑکی پیدا ہوئی تھی۔ یہ بہائی کے گیت کا اول بند ہے اور اسکے جو اور بند ہیں اوئین انہی مصرعوں کو دہراتے ہیں اور دادا کی جگہ باپ یا چچا یا کسی اور رشتہ دار کا نام ڈالتے ہیں اور سب مارتے ہی مارتے چلے جاتے ہیں اور جواب سبکا یہی ہوتا ہے کہ ہم تو اوسیدن سو مارے ہوئے بیٹے ہیں جسدن کنیا نے جنم لیا تھا۔ یہ تو پیدائش کا حال ہوا اب پردہ

کیفیت سنو۔ انگلستان والی بہن اچھی طرح پوریش پاتی ہو اور اسکے ماباپ اسکو غور و پرداخت اور طرح کرتے ہیں جیسی اپنے لڑکوں کی کرتے ہیں۔ زیور کی قسم سے اسکو کوئی چیز نہیں پہنائی جاتی کہ یہ موجب ہلاکت ہے اور اس سے بچون کے بدن پر پیل ہی زیادہ جم جاتا ہے۔ کوئی اس سے ایسا کلام نہیں کرتا جس سے یہ پایا جاوے کہ اسکا مرنا چاہتے ہیں۔ ہندوستان والی بہن کی یہ صورت ہے کہ بعض خاندان میں تو پیدا ہوتے ہی اسکے ماباپ اسکو مار ڈالتے ہیں اور خدا کا خوف اور انسان کا ترس کچھ نہیں کرتے مگر جن خاندانوں میں یہ بات نہیں ہو وہاں بھی اسکی وہ قدر تو نہیں ہوتی ہے۔ ہاں اگر خوش قسمتی سے اپنی والدین کے ہاں پہلے پل یا والدین کے ہاں اسکے سوا کچھ اور اولاد نہیں ہوتی تو اسکی قدر ضرور ہوتی ہے۔ ہندوستان والی بہن کو جب اسکے والدین یا اور رشتہ کے آدمی کہلاتے ہیں تو اس سے یہ کہتے ہیں کہ آجھے کنوئین میں یا دریا میں ڈال آئیں۔ لڑکا خواہ کیسا ہی فریہ کیوں نہ ہو جائے اسکو اسکے ماباپ مٹا نہیں کہتے اگر لڑکی موٹی ہو جائے تو اسکا مٹا پاسکونا گوار ہوتا ہو اور کہنے لگتے ہیں کہ آتیرا پٹ چا کرین۔ زیور اسکو اسقدر پہنایا جاتا ہو کہ وہ اسکو سنبھال نہیں سکتی اور شروع ہی سے اسکو اسکی ایسی خواہش پیدا ہو جاتی ہے کہ تا دم مرگ نہیں جاتی۔

انگلستان والی بہن جب چار یا پنج برس کی ہو جاتی ہے تو اسکی ماکہ خود پڑھ ہی لکھی ہے اسکو پڑھنا لکھنا سکھاتی ہے۔ اور جب وہ اس سے بھی کچھ پڑھی ہو جاتی ہے تو اسکو سکول بھیجاتی ہے۔ وہاں اسکو علوم کے علاوہ سینی پرکھنے وغیرہ کینیچر باجا جانے اور اور فنون کی تعلیم ہوتی ہے جنکی واقفیت کے سبب آئندہ مجلسوں میں اسکی زینت اور غرت ہوتی ہے اور اسکی سبب بیاہ کے بعد وہ خاوند کی نظروں میں ہمیشہ پیاری معلوم ہوتی ہے۔ ہندو والی بہن کی

ما چونکہ خود جاہل ہے اس واسطے وہ بھی جاہل ہی رہتی ہے سینا پرونا البتہ اوسکو سکھایا جاتا ہو۔ مگر وہ ایسا بد سلیقہ ہوتا ہو کہ انگلستان والی بہن کے سینہ پر سے اوسکو کچھ نسبت نہیں ہوتی۔ بڑے افسوس اور کمال شرم کی بات ہو کہ بڑی تعلیم جو ہندو والی بہن کو ہوتی ہو وہ یہ ہے کہ جہاں کہیں برادری میں خواہ اپنے گھر کوئی شادی کی تقریب ہو تو وہ عورتوں اور ہم عمر لڑکیوں کے ساتھ شریک ہو وہ محض گالیاں سناے جنکا زبان پر لانا عین بے حیائی ہے۔

انگلستان والی بہن ہنوز سکول ہی میں ہوتی ہے بلکہ یوں کہنا چاہئے کہ سکول جانا شروع کرتی ہے کہ ہندوستان والی بہن کا بیاہ ہو جاتا ہے مگر وہ بیاہ ایسا ہوتا ہے جیسا اوس گڑ بیاہ کا جس سے وہ کہلا کرتی ہے۔ اس بیاہ میں اوسکی رائے کو کچھ دخل نہیں ہوتا جو کچھ کرتی ہیں اسکے بابا پ کرتے ہیں۔ دولہا کے ساتھ کہیلنے کا خط چند روز تک اوسکو ضرور حاصل رہتا ہے مگر یہ خط اوس خط سے بڑھ کر نہیں ہوتا جو کہ کیا ان گڑ بیاہ کیل کر حاصل کرتی ہیں۔ آئندہ کے آرام و آسائش اور خاوند کے ساتھ بیاہ کا کچھ خیال نہیں ہوتا۔ بیاہ میں اوسکی ما اور بہن بہت سے جادو ٹوٹے کرتے ہیں کہ دولہا ہمیشہ اوسکے قبضہ میں رہے اور کہی اوسکی بات سے اس خرافہ نگری مگر وہ ستر اوسکو نہیں پڑھوایا جاتا جس سے دولہا کا دل خود بخود اوسکی طرف مائل ہو اور وہ تمام عمر اوسکی صحبت کو اپنی خوشی اور فخر کا موجب سمجھو۔ جب بیاہ کے بعد وہ بیکے سوسر ال میں جاتی ہے تو زار زار روتی ہے گویا زبان حال سو کہتی ہے کہ افسوس میرے بابا نے مجھ کو وہ بات نہ سکھائی جس سے میں سوسر ال میں نہ پاتی۔ جس عمر میں ہندوستان والی بہن ایک دو بچے کی ما ہو جاتی ہے اوس عمر میں انگلستان والی بہن کی شادی ہوتی ہے اور وہ اوس وقت پڑھ لکھ کر شادی ہو جاتی ہے اگرچہ نکاح اسکا بھی بابا کی مرضی سے ہوتا ہے مگر خاوند کے

پسند کرنے میں زیادہ تر دخل اوس کی رائے کو ہوتا ہے۔ جس کے ساتھ اپنی طبیعت
ملتی دیکھتی ہے اس کے ساتھ شادی کرتی ہے۔ اوسکی شادی کیوقت اوسکے والدین
کو مصارف شادی کا وہ فکر نہیں رہتا جو ہندوستان والی بہن کے بابا پونکو رہتا ہے
اور انکی طرح وہ اپنے سہمیوں کو اپنا مدعی اور زیر دست نہیں جانتے۔ جس طرح
ہندوستان والی بہن زیور ظاہری سے لکر اپنی سسرال میں جاتی ہے اسی طرح انگلستان
والی بہن کے بابا پونکو پیرا یہ باطنی سے آ رہتا ہے کہ اوسکے خاوند کے حوالہ کر دیتو
بہن بیاہ کے بعد ہندوستان والی بہن کی یہ صورت رہتی ہے کہ کبھی اپنی سسرال
میں چلی گئی اور کبھی سسرال میں چلی آئی اور چون چون عمر زیادہ ہوتی جاتی ہے تو سسرال
آنا کم ہو جاتا ہے۔ سسرال میں وہ اپنے خاوند کے ساتھ اکیلی نہیں رہتی اور اوسکی
مکان میں اس کے سسرا جٹھ جٹھانی دیورانی اور نندہ رہتی ہیں۔
جہالت کے سبب سسرال کی عورتوں نے اکثر اوسکی ان بن رہتی ہے۔ اور کبھی کبھی
وہ اوسکے خاوند سے اوسکی شکایت کر کے اسکو گوشمالی بھی دلوادیتی ہیں۔ یہ بات
ایسی عام ہے کہ ہندوستان کے اکثر گیت اوسی پیرہن چنانچہ ساس میری دوتی
نند میری بیرن۔ جٹھانی لڑگی۔ دیورانی لڑگی کئی گیتوں میں مذکور ہے ہوسہ بہن
خاوند کے سامنے بکے رو برو وہ اپنا مونہ کھول نہیں سکتی گھونگٹ کاڑھی ہو بیٹھی
رہتی ہے اور اس سبب بات چیت بھی نہیں کرتی۔ دنیا کے عجائبات اور قدرت کی
بہار ایسی چیزیں ہیں کہ انکی سیر سے وہ ہمیشہ محروم رہتی ہے۔ دن بھر کہانا پکانیکا
فکر رہتا ہے۔ اور جب اس شغل سے فارغ ہوتی ہے تو بچونکو کہلا یا کرتی ہے یا ساس
نند سواوسکی تکرار ہوتی ہے کہ یہی گھنٹہ دو گھنٹہ کا اچھا شغل ہے۔ خاوند کو اوسکی
پاس بیٹھنے سے کچھ بہت خوشی حاصل نہیں ہوتی کیونکہ ساس نند کی شکایت اور گھر
دون تیل کے سوا اور کوئی بات نہیں کہ جنکا ذکر کیا جائے۔ گھر کا انتظام اس سے

یہ ہی نہیں ہو سکتا کہ وہوین کو کپڑے دیدے اور پہرہ ویسے کے ویسے کن کر لے لے
یا پہناری کی لپسائیوں کا شمار رکھے۔ پوشاک اوسکی نہایت بد سلیقہ ہوتی ہے۔
اور بات چیت میں کچھ لطف نہیں۔ خاوند کو جو فکر اور تردد پیدا ہوتے ہیں اوشیں
وہ اوسکی ہمدرد نہیں بن سکتی۔ زیور کی طلب سے ہمیشہ اوسکو مستان رہتی ہے۔
انگلستان والی بہن جس گہرین بیاہ کر جاتی ہے دمان اوسکے اور اوس کے
خاوند کے سوا کسی اور کا دخل نہیں ہوتا وہ سبکے سامنے خاوند سے کلام کر سکتی ہے
اور سیلون جلسوں میں اوسکے ساتھ جاتی ہے۔ جب اسکا خاوند اپنے دوستوں اور
رشتہ داروں کو اپنے مان دعوت کے لئے بلاتا ہے تو ہمانداری کے جملہ مراتب اس نجولی
سے ادا کرتی ہے کہ سب لوگ اسکو سہرتے ہیں۔ خانہ دار کا سارا انتظام اکثر اوسیکے
سپرد ہوتا ہے۔ اور جب خاوند بیمار ہو کر گہرین پڑا رہتا ہے تو یہ مختلف قسم کی کتابیں
پڑھ کر اوسکا دل بہلایا کرتی ہے۔ اور خود ہی کتب کے مطالعہ سے حظ وافر اٹھاتا
ہے۔ اخباروں کے ذریعہ سواوسکو دنیا کے حالات کی خبر رہتی ہے۔ فحش کلمہ کہی
اسکی زبان پر نہیں آتا اور ساس نند سے کہی اوسکی تکرار نہیں ہوتی۔ بچونکی غور
وپرداخت نجولی کرتی ہے اور نیکی کا بیج اونکے دل میں بونتی ہے اگر خاوند اتفاقاً
باہر چلا جاتا ہے تو اپنے دل کا مطلب خط میں لکھ کر اوسکو بھیج دیتی ہے اور جو خط وہ
پہنچتا ہے اوسکو خود پڑھ لیتی ہے کسی اور کو دکھانے اور کسی اور سے خط لکھوانے
کی محتاج نہیں رہتی۔

ہندوستان والی بہن اگر بد قسمتی سے بیوہ ہو جاتی ہے تو اسکی باقی عمر اس
مصیبت سے کٹی ہے کہ کچھ بیان نہیں کیا جاتا۔ کہانے پینے اڑھنے پہننے سونے
بیٹھنے سب باتونکی لذت جاتی رہتی ہے دن بھر قانون میں گذرتی ہے۔ اگرچہ
دوسری شادی کرنے میں مذہب اوسکو مانع نہیں آتا مگر رسم سے ناچار ہے کہ اسکے

خلاف کرنے میں دنیا کی بدنامی اور ٹھکانی پڑتی ہے۔ چیم والی بہن اگر بیوہ ہو جائے تو اسکی یہ صورت نہیں ہوتی۔ خاوند کے مرنے کا غم بھی اسکو ازار نہ ہوتا ہو اور شاید اس سے زیادہ ہوتا ہو جو ہندوستان والی بہن کو ہوتا ہو مگر وہ اس باب میں کسی رسم کی پابند نہیں۔ اگر اسکی طبیعت چاہتی ہے تو وہ دوسرا نکاح بھی کر لیتی ہے اور یہ بات اس سے بہتر ہے کہ انسان اپنی خواہشوں کو مارے یا بد راہ ہو جائے۔

بالفعل میں ان بہنوں کے حال کو ختم کرتا ہوں اور جو صاحب یہ جانتے ہیں کہ ہندوستان انگلستان ہو جائے اور یہ دونو بہنیں اسپین ایک دوسرے کو پہچاننے لگیں انکی خدشت میں یہ التماس ہے کہ جب تک دونو بہنوں کا حال حیا نہ ہو جائیگا ہندوستان انگلستان کبھی نہوگا۔

(دہلی سٹیٹ)

مضمون مصنفہ منشی محمد عبدالصمد صاحب ناکیپوری

ریاضت

چونکہ ہم مرکب ہیں۔ جسم اور جان دو چیزوں سے۔ اسلئے ہم سمجھتے ہیں ہم نے اپنا فرض ادا نہیں کیا۔ جب تک ہم ایک میں تعلیم سے اور دوسرے میں ریاضت سے ترقی حاصل نہ کریں جسم انسان کی ترکیب پر غور کرنے سے خود بخود یہ خیال ہم میں پیدا ہوگا کہ جسمانی محنت جسم کے لئے ایسی ضرور ہے جیسے زندگی کے لئے ہوا۔ جو رطوبت ہمارے جسم میں ہے اسکے مضیم کرنے۔ متفرق کرنے اور ملانے کے لئے ریاضت از بس ضرور ہے۔ ریاضت محلل فضول ہے۔ بلا ایذا اور معین طبیعت ہو حسب مدعا۔ وہ ایک مجرب علاج ہے۔ امراض مادی کے دفع کا اور عمدہ نسخہ ہے۔ حرارت عنری کے بڑھانیکا ریاضت مفاصل کو سخت و فیصلہ

رفع اور سام کو فراخ کرتی ہے۔ تمام عروق اور رابطات جو طناب بدن میں
 اوس سے چسٹ اور درست ہوتی ہیں۔ افضول بدن کا تحلیل ہو جاتا ہے اور غذا جو
 انسان کھاتا ہو جلد مضہم ہو کر جزو بدن ہو جاتی ہے۔ ریاضت طبیعت
 انسان کو اپنے کام میں مدد کرتی ہے جسکے بغیر جسم کو قوت اور روح کو خوشی حاصل
 ہونا غیر ممکن ہے۔ پارسائی جو ایک پاکیزہ صفت انسانی ہے صاحب ریاضت کو
 حاصل ہوتی ہے اور اوسکا دل خود بخود عیاشی اور شہوت پرستی سے متغیر ہوتا جاتا ہے
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ خداوند عالم نے اوس میں کوئی باریک حکمت رکھی ہے۔ سچ
 ہے اگر ریاضت ہمارے لئے ضرور نہ ہوتی تو قدرت نے ہمارے جسم کو اوسکے قابل
 نہ بنایا ہوتا۔ اوسکے ہر ایک حصہ میں نرمی۔ سختی۔ چسپتی۔ کشش۔ گہٹنا۔ بڑھنا
 اور دوسری قوتوں کو عطا نہ کیا ہوتا۔ تاکہ ہمکو محنت کا شوق پیدا ہو۔ قدرت نے
 سمجھا دیا ہے کہ بغیر محنت کے ہم کوئی کام عددگی سے انجام نہیں دے سکتے ہیں۔
 علاوہ عزت اور دولت کے ہمکو لباس اور غذا کے حاصل کرنے کے لئے ہی ہاتھ
 کی ریاضت و محنت اور پیشانی کا عرق ضرور ہے۔ قدرت نے ہمارے لئے سب
 سامان مہیا کر دیا ہے مگر اوسکو کام میں لانا ہمارا کام ہے۔ زمین سے غلہ پیدا کرنے کے
 لئے پہلے محنت درکار ہے۔ زراعت۔ تجارت۔ ہر ایک کام میں ریاضت اور محنت
 انسان کے لئے ضرور ہے۔ یہاں تک کہ اون لوگوں کو بھی جنکو پروردگار عالم نے
 ایسی حالت میں پیدا کیا ہے کہ اونکو محنت کی ضرورت نہیں۔ کسی نہ کسی طرح کی
 ریاضت کا اختیار کرنا ضرور ہے۔

اب ہم اپنے اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور آخر میں ایک بات کہہ دیتے
 ہیں کہ جسمانی قوت بغیر روحانی تہذیب ایک جنگلی درخت ہے بے برگ و ثمر
 اور روحانی ترقی بغیر جسمانی قوت کے ایک مرغ ہے بے بال و پر۔ ہر ایک اجزاء ہر

غافل جتے گھڑیاں یہ دیتی ہر سادہ گر دون نے گھڑی عمر کی اک اور گھڑی

مصنفہ ہرمانہ احبابیہ

اے بستر غفلت پر بے پروا آرام کرنے والو! اے دنیا و مافیہا کے حقیقت و
صلیت سے بے خبر رہنے والو! تمہیں قسم ہے اپنی پیاری جان کی۔ ذرا میری
عرض کی طرف توجہ فرماؤ! اور یہ بتا دو کہ تم کون ہو اور اس دنیا و فانی میں
کس غرض کے لئے آئے ہو؟ کیا تمہارا کام یہ ہے کہ کسی نہ کسی طرح اپنی
جان پروری سے بے فکر رہو؟ کیا تمکو تمہارے خالق نے ہیواسطے پیدا کیا
کہ اپنے پیٹ بہرنے کے سوا کوئی کام نہ کرو؟ اور اس مالک کے حقوق کی پاسداری
کا کچھ خیال لفرماؤ جس نے تمکو اپنی عنایت بے پایان سے جامہ انسانی عنایت کیا؟
کیا تمہاری دہشت میں اس حاکم مطلق کا تم پر کچھ حق نہیں؟ کیا تمکو اس کے
کسی حکم کی فرمانبرداری کرنی چاہئے اگر ذرا بھی عقل سلیم اور فہم فہیم سے کام
لو گے اور اپنی اور اس خالق کی رشتہ داری کا خیال فرماؤ گے تو کفایتیں کامل
کہ اپنے تئیں بہت ہی اپنے فرائض منصبی سے بے خبر پاؤ گے۔ دیکھو! اس نے
تمکو شرف المخلوقات بنایا۔ تمہاری حاجت روائی کے لئے طرح طرح کے سامانوں کو
مہیا کیا۔ کیا تمہاری طرف سے اس کے ادائیگی احسان میں کچھ ہی تحریک ہو؟ کیا
تمہارا یہی کام ہے کہ تم بیوقوف ہو اور اسکی شکر گزاری نہ کرو؟ کیا تمکو یہ خیال نہیں
ہے کہ اس منصف مزاج نے تمہارے اعمال کی مثل سننے کے لئے ایک تاریخ مقرر
کی ہے جس پر کل تمہارا حال من و عن کردنی و دیدنی حرف بحرف پیش کیا جاوے گا
اور اسے جواب میں تم کچھ تقریر کر نیکی جرات نہ کرو گے۔ کیا تمکو معلوم نہیں ہے کہ

وقت پیدائش سے تمہاری عزیز عمر کو زمانہ اپنی نیرنگیاں دکھلاتے دکھلاتے
 انجام پر پہنچا بیوا ہے۔ وہ زمانہ عنقریب پہنچ جاویگا۔ کہ آپکو اس دنیا و فانی
 سے جہاں آ کر تم نے ایسے قدم چائے ہیں کہ اپنے زعم میں اوسکے مالک بن گئے
 ہو کلجنت اوٹھا کر لجاویگا۔ عزیز و تمکو روز بروز رات دن تمہاری عمر کے
 کم ہونیکی گواہی کس عہدگی سے جس وقت دے رہا ہے۔ مگر تمکو افسوس کہ کچھ
 خبر نہیں۔ تم نے جو ایسی بے پروائی سے اس دار عدم میں بود و باش اختیار کی ہے
 کیا تمکو معلوم نہیں کہ یہ سب سامان دنیوی جنکی محبت میں تم پیسے ہوئے ہو ایسی
 بے پروائی اور بیوفائی سے تمہاری حضرت کیوقت تم سے علیحدہ ہونگے کہ گویا تمہارا
 ان سے کچھ واسطہ نہ تھا۔ تم جو یہ عالیشان محل اور ہر قسم کے جہاز و فائوس اور مین سحر
 ہو و دیکھ دیکھ کر مسند دولت پر مغرور ہو کیا ان چیز و مین سے کسی کو اپنی سمجھتو ہو
 یہہ دنیا کے بیوفادوست کہ جن کی محبت میں تم دل و جان سے فدا ہو چکے واسطے
 ہر قسم کے ستم و ظلم روا رکھتے ہو۔ جنکی دشمنی نہونے کیواسطے قتل عام کرنا تاکہ ظلم
 بنین سمجھتو۔ کیا تمکو اسید ہے کہ برائی اور بیکسی کے وقت تمہارا ساتھ دینگے۔ عزیز و
 تو یہ ساتھ دینا تو کجا یقین جانو تمہارے پاس سے ہو کر ہی بکھڑا اونکو نصیب
 ہونگا۔ جو کچھ تم کر دگے اوسکی ہو گئے والے تم خود ہو گئے نہ کوئی دوست کام آویگانہ
 یہ دنیوی سامان پاس پاویگا۔ البتہ اگر کچھ تمہارا کسی قسم کا ساتھ ہی دیگی تو
 یہ ہی نیکی ہے۔ جسکے لئے تمہارے بہت سے خیر خواہ ملو سمجھا گئے اور اب ہی موجود
 ہیں خواہ اپنی قلم تیز رقم کو اسی کام کے لئے ہر وقت تیار رکھتے ہیں جو تمکو
 ہر وقت پکار پکار کر سمجھا رہے ہیں۔

عمل خیر کر لے کچھ غافل
 وقت فرصت و گرنہ جاتا ہے

مضمون مصنفہ منشی عبدالصمد صبا ناگی پوری

عقل

عقل وہ جوہر ہے جس سے انسان۔ انسان ہوا اور جینے اور سکون حیوان سے جدا کیا یہی استدلال قبول کرنے علوم نظریہ کی اور پیدا کرنے تدبیر اور صنعتوں کی ہے۔ قدرت نے ہر فرد بشر کو اس نعمت سے بہرہ مند کیا ہے۔ کوئی ایسا انسان نہیں جو اس نعمت سے مستفید نہ ہو۔ تمام علوم اور فنون اس سے پیدا ہیں۔ وہ گویا اس میں چھپے ہوئے ہیں۔ عقل اور علوم کے پوشیدہ ہونے کی ایسی مثال ہے جیسے پانی اور مٹی کی۔ کوئی زمین نہیں جس میں پانی نہ ہو مگر اس کا لکنا محتاج کہو دے گا ہو یا اس کی تمثیل مثل روغن کے ہے کہ وہ ہر دودھ میں موجود ہے مگر اس کا پیدا کرنا ایک تدبیر خاص پر موقوف ہے۔ پس جو شخص اس استدلال کا کام میں نہ لائے اور عقل کو بیکار کر دے وہ درحقیقت اس استدلال کو ضائع کرنا ہے جو قدرت نے اس کو دیا ہے اور وہ انسان ہو کر حیوان بنتا ہے۔ ارسطاطالیس لکھتا ہے کہ نفس تین قسم کے ہیں۔ نفس نباتی۔ نفس حیوانی۔ نفس انسانی۔ نفس نباتی وہ ہے جس پر نباتات کی زندگی منحصر ہے اور وہ گویا اونکی جان ہے یہ ایک ایسی قوت ہے جو نباتات کے پالنے اور نشوونما کے لئے ضرور ہے۔

دوسرا نفس حیوانی جس پر حیوان کی زندگی منحصر ہے۔ اسکے ساتھ۔ حواس۔ خواہش۔ شہوت۔ غضب۔ وغیرہ شامل ہیں۔ اس میں نفس نباتی سے کی قدر عمدگی ہے تیسرا نفس انسانی۔ جس میں منجملہ اور سب باتوں کے جو نفس حیوانی میں اپنی عقل سے زیادہ ہے۔ پہلا ارسطاطالیس لکھتا ہے کہ انسان صاحب عقل کے افعال کا کوئی

آخری نتیجہ ہی ضرور ہے جو بمنزلہ ثمرہ کے ہے۔ وہ کہتا ہے کہ علت یا نتیجہ دو طرح کے ہیں اولیٰ اور اعلیٰ۔ منجملہ سہر اور حکمت کا منشا نتیجہ اولیٰ ہے۔ مثلاً جہاز بنانیکے سہر کا منشا جہاز بنانا ہے اور لڑائی کے فن کا منشا دشمن پر فتح پانا ہے۔ یہ تو اولیٰ نتیجے ہیں۔ لیکن ایک بڑا آخری نتیجہ ہی ہے جس کے لئے یہ جملہ اولیٰ نتیجہ بمنزلہ اسباب کے ہیں اور جو خاص انسان کے لئے ہے وہ نتیجہ کیا ہے؟ وہ شادمانی یا نیکی ہے۔ اس بات کے دریافت کرنیکے لئے کہ انسان کی شادمانی یا نیکی کیا ہے یہ دیکھنا چاہئے کہ انسان کا خاص کام کیا ہے۔ اس کے معلوم کرنیکے لئے اول یہ دیکھنا چاہئے کہ انسان کے خاص نکرانے کے کونسے کام ہیں۔

انسان کے خاص کام یہ نہیں ہیں کہ وہ اپنے قوائے جسمانی کی تابعداری کرے کیونکہ یہ کام نباتات کا ہے۔ اور نہ اس کو لازم ہے کہ اپنی خواہش۔ شہوت۔ غضب کی تابعداری کرے کیونکہ یہ کام حیوان کا ہے۔ اور انسان جانور نہیں ہے تو پھر انسان کا خاص کام کیا ہے اس کے دریافت کرنے کے لئے یہ جاننا ضرور ہے کہ انسان میں خاص صفت کیا ہے۔ اس کی خاص صفت عقل ہے۔ آئین حواس سے فائدہ اٹھانے کی قدرت مثل اور حیوانات کے ہے لیکن آدمین ایک چیز زیادہ ہے یعنی عقل۔ پس انسان کا خاص کام عقل کو کام میں لائیکا ہے۔

قدرت کی عطا کی ہوئی عقل میں۔ اور اس درستگی اور تہذیب میں جو انسان مشق سے حاصل کرتا ہے۔ بڑا فرق ہے۔ مثال اس کی ایسی ہے جیسے ایک بڑے اور بے بڑے آدمی کی۔ کہ دونوں انکھیں بنیالی میں برابر ہیں مگر بے بڑے آدمی اگر کوئی کتاب اس کے رو برو رکھی جاوے تو گو کہ وہ کاغذ پر لکیریں دیکھتا ہے مگر پہچان نہیں سکتا کہ کون کون سی حروف ہیں۔ اور بڑے آدمی کو اس سے سمجھ لیتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے منقول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو عقل دی

بغیر شہوت اور غضب کے۔ اور حیوان کو شہوت اور غضب دی بغیر عقل کے۔
اور انسان کو شہوت اور عقل دو تہ دی۔ پس اگر انسان شہوت اور غضب کو اپنا
تالبر کرے اور عقل کی ہدایت پر چلے رتبہ اور سکا فرشتہ سے بڑھ جائے۔

آدمی زادہ طرفہ معجز نیست + از فرشتہ سرشتہ و ز حیوان
گر کند میل این شود کلمہ نین + و رکند قصد آن شود از ان

انسان اخلاقی نیکی کی طرح حاصل کرتا ہے

عقل اور قوائے بہیمہ کی ضد سے انسان میں اخلاقی نیکی پیدا ہوتی ہے۔
عقل قوائے شہوانی کے غلبہ کو روکتی ہے اور انکو دباننا چاہتی ہے۔ تمام اخلاق
کی بنیاد عقل سے ہے۔ غضب۔ شہوت اور دوسری قوائے بہیمہ کے دبانے
میں ہے۔ انسان کے فطرتی جوش اور فطرتی قوتوں سے نیکی نہیں پیدا ہوتی
ہے۔ یعنی انسان میں نیکی فطرتی نہیں ہو۔ فطرتی محبت مثلاً ہم میں ہے۔ پس
اوسی محبت کے ظاہر کرنے سے ہم صاحب اخلاق نہیں ہو سکتے۔ اگر ہم اپنے دوستوں
جو ہمارے ساتھ محبت رکھتے ہیں محبت رکھیں تو یہ بات کوئی تعریف کے لائق چیز
اور نہ اس کے صلہ میں ہم کسی بخشش کی امید رکھ سکتے ہیں۔ جو ہم کو پیار کرتے ہیں انکو
پیار کرنا ایک فطرتی بات ہے۔ لیکن یہ بات کہ اپنے دشمنوں سے ہی ہم کو محبت
رکھنا چاہیے پہلی بات سے بالکل جدا ہے۔ اب دو قسم کی محبت مقرر ہوئی۔ پہلی
دوستوں کے ساتھ اور دوسری دشمنوں کے ساتھ۔ پہلی محبت اخلاقی نیکی نہیں ہے
اور دوسری اخلاقی نیکی اور اخلاقی محبت ہے۔ لیکن بیان ایک سوال پیدا ہوتا ہے
کہ کس لئے ایک قسم کی محبت اخلاقی محبت ہے۔ اور دوسری قسم کی فطرتی۔ اس
سوال کے جواب دینے کے لئے ہم کو دو قسموں کی محبت کے اصل پر غور کرنا چاہیے۔

فطرتی محبت وہ ہے جس کے ظاہر کرنے میں ہم اپنی فطرت کے مجبور ہیں۔ اور وہ خواہ مخواہ ہمواد و سیطرہ پہنچ لیجاتی ہے۔ لیکن دوسری قسم کی محبت کی خاطر بالکل جدا ہے۔ تو پہر اس سے کیا مطلب ہے کیا اس سے یہ مطلب ہو کہ دشمنوں کے ساتھ ہی فطرتی محبت رکھو جس طرح دوستوں کی ساتھ رکھتے ہو۔ اگر یہ مطلب ہے تو غلط ہے کیونکہ کوئی فرد بشر ایسا نہیں ہے جو اپنے دشمنوں کو سیطرہ محبت رکھتا ہو جس طرح دوستوں سے رکھتا ہو تو پہر اس کا کیا مطلب ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ جو فطرتی عداوت تم کو اپنے دشمنوں کے ساتھ ہے اس کے برعکس عمل کرو۔ جو بالطبع تم کو اپنے دشمنوں کے ساتھ انکار اور غصہ ہے اس کو دور کرو۔ ہر ایک معاملات میں جن میں بذریعہ احکامات الہی انسان کو اپنے دشمنوں کے ساتھ محبت کرنی ہدایت ہے۔ یہ مطلب ہو کہ پہلے اپنے دل کے برے خیال کے برعکس جو تم اپنے دشمنوں کے ساتھ رکھتے ہو عمل کرو۔ یہی قاعدہ ہے جس کے سبب انسان اخلاقی شکل حاصل کر سکتا ہو۔ اس کو لازم ہے کہ اپنے قوائے ہیمہ کو عقل کے تابع کر دے جیسا کہ سخاوت اور سوقت حاصل ہوگی جب آدمی اپنی خود غرضی اور غل کے قوت کے برخلاف کام کریگا۔ عفت جب حاصل ہوگی جب قوائے شہوی کے برعکس چلیگا شجاعت کی نیکی میں اور سوقت مکمل ہوگا جب غضب کے برخلاف چلیگا حکمت اور سوقت حاصل ہوگی جب جہل کے برعکس عمل کریگا۔ لمختصر اخلاقی نیکی اور سوقت حاصل ہوگی جب انسان اس کے مقابل قوی کو جو اس کی ضد ہے عقل کے تابع کریگا یا یوں سمجھو کہ جب قوی ملکیت سے قوائے ہیمہ کو دبا دینگا تہور اور خوف مثلاً اور چیزیں ہیں۔ فطرتی تہور کیا ہے؟ وہ ایک فطرتی بات ہے جو انسان اور حیوان دونوں میں ہے وہ انسان اور حیوان دونوں کو ڈرا اور آفتوں کا مقابلہ کراتی ہے لیکن ٹرسے سے بڑی جو انفرادی اور حیوان میں بذریعہ ہی ہے لڑائی کا مخرج جب ایک وقت دم دباتا ہے اور پہاگ نکلتا ہے تو پہر نہ اس قدر کہ وہ

لڑائی کا سامنا نہیں کیڑتا اور آدمی کی فطرتی ہمت وقت پر دغا بھی کر جاتی ہے
لیکن اخلاقی تہور کیا ہے؟ وہ یہ ہے کہ ڈر یا خوف سے خبردار اور آگاہ ہونا فطر
تہور خوف کا مقابلہ کرتا ہے۔ اور اوپر غالب ہی آتا ہے اور نہیں ہی آتا مگر
اخلاقی تہور ڈر کا مقابلہ ہی کرتا ہے اور اسکو مغلوب ہی کرتا ہے۔ اور یہی پہلی قسم کا
تہور اصل تہور ہے۔ جیسر آدمی اعتبار رکھ سکتا ہے۔ سچ کہا ہو لقمان حکیم نے۔
جبکہ کسی شخص نے سوال کیا کہ تم نے ادب کس سے سیکھا؟ لقمان نے جواب دیا۔
بے ادبون سے۔ جو فعل اور نکامیری نظر میں برا معلوم ہوا میں نے اس کے برخلاف
عمل کیا۔

ہر پانچ اجبار

اے روشنی طبع تو برسن بلا شادی

زمانہ موجودہ کے حالات دیکھ کر مجھکو پادری کو پر صاحب کا قول یاد آتا ہے جو
کہا کرتے تھے کہ اے طالب علمون! تم ہرگز یہ خیال مت کرو کہ ہم علم انگریزی کو کما
پیدا کر نیکے لئے حاصل کرتے ہیں ورنہ آخر کو تم بہت نا امید بھی گے کیونکہ یہ بات خیر
ہے کہ سرکار تم سبکو نوکر رکھے۔ سرکار کو مثلاً ایک تحصیلدار یا محتر کی ضرورت ہو اور
تم سب تحصیلدار یا محتر کی خواہان ہو گے تو ظاہر ہے کہ تمہارا ارادہ کس طرح
پورا نہ ہو گا۔ تم جو علم انگریزی حاصل کرتے ہو ایسا سمجھو کہ اپنے خیالات کی
درستگی اور تہذیب اور شائستگی حاصل کرنے کو چاہتے ہو۔ پس تمکو لازم ہے کہ
اپنے اپنے قدیمی پیشے میں درستگی اور صلاح کرو اور اوسے ذریعہ سے اپنی معاش
پیدا کرو۔ !

(۲) یہ ایک ایسی بدیہی بات ہے۔ جسکی تشریح کرنے کی ضرورت نہیں ہے۔ دنیا میں
خدا سے عزوجل نے انسان کو مختلف طبیعتوں کا بنا یا ہے تاکہ ہر ایک آدمی مختلف
صنعت اور ہنر کے حاصل کرنے کی طرف رجوع ہو۔ تحقیق اگر ایسا نہ ہوتا تو دنیا کی کارروائی

میں بڑی خرابی واقع ہوتی۔ فرص کرو کہ سب آدمی علم ہی پڑھنے میں مشغول ہوں اور ایسا ہی فرص کرو کہ یہ لوگ علم پڑھ کر بڑے مہذب اور شالیتہ ہی ہو جائیں تو بہر کیا۔ انکے کہانے پینے کا سامان کون مہیا کرے گا۔ حدادی اور تجارتی کے کام کون کرے گا۔ انکے لئے کپڑا کون بناوے گا۔

(۳)۔ زمانہ حال میں ہر ایک قوم کے آدمی شریف سے لیکر حجام تک سب علم ہی پڑھنے کی طرف رجوع ہیں اور اپنا پیشہ بالکل چھوڑ بیٹھے ہیں اور لامحالہ جب علم انکو حاصل ہوتا ہے اور تہذیب اور شالیتگی آجاتی ہے تو اپنے قدیم پیشہ سے نفرت ہو جاتی ہے اور انکے خیالات ہی جدا ہو جاتے ہیں گویا یہ انسان ہی نئے ہو جاتے ہیں اور باطبع یہ خیال ایمن پیدا ہوتا ہے کہ اور لوگوں کے مانند ہم ہی عزت اور حکومت کے ساتھ زندگی بسر کریں۔ پس اس خیال سے یہ غریب جب مدرسہ سے فارغ ہوتے ہیں تو نوکری کی تلاش میں اپنی عمر عزیز کو ایک عرصہ تک برباد کرتے ہیں۔ اگر قسمت سے کہیں دس پانچ کی مل گئی۔ تو خیر ورنہ یہ حال تہوہ گئے دو نو جہان کے کام سے ہم نہ ادھر کے رہے نہ او دھر کے رہے نہ خدای ملا نہ وصال صنم نہ ادھر کے ہوئے نہ او دھر کے ہوئے۔ پس یہی حال جلیسہ ہمارے ہوطنوں کا ہو رہا ہے۔ پس اب لازم ہے کہ ہم صرف نوکری ہی ملنے کی خواہش نہ رکھیں بلکہ زراعت۔ تجارت۔ صنعت وغیرہ کی طرف ہی رجوع ہوں جس میں آئندہ کی واسطے یہودی حاصل ہو۔

(۴)۔ اگلے زمانے کے علوم بے شک اس قابل نہیں ہیں کہ انسان فنی زمانہ انکو حاصل کر کے تجربہ اور کام میں لاوے مگر اس زمانہ میں جو علوم ہیں انکو فہم تجربہ اور کام میں لا کر بہت سے فائدہ حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی سبب سے اگلے زمانے کے عالم فائقے مرتے تھے اور خیرات کے ٹکڑوں پر اوقات بسر کرتے

اور اس زمانہ میں تربیت یافتہ ملکوں کے جو عالم ہیں وہ دولت اور شہرت سے
مالا مال ہیں۔ پس جب قدر پیشہ والے ہندوستان میں موجود ہیں اگر وہ حال کے
علوم سے واقف ہو کر اور اوسکو حاصل کر کے اعلیٰ درجے کی لیاقت پیدا کریں
اور خود اپنے اپنے پیشہ میں ایسی ترقی کریں جس سے روپے کی بھی آمدنی
ٹمے اور سہارا و رفن کو بھی ترقی ہو تو ہو سکتا ہے۔

ہم گورنمنٹ کی نیک نیتی کے دل و جان سے ممنون اور شکر گزار ہیں
جو دل سے ہماری تربیت اور تعلیم چاہتی ہے اور اس کام کے لئے لاکھوں
روپے صرف کرتی ہے با این ہمہ اگر ہم علم پڑھ کر سرکار ہی کے بہرہ سے بیٹھے ہیں
تو کچھ نہیں ہو سکتا ہے بلکہ چاہئے کہ اپنی بہلائی اور فائدے کی فکر آپ کریں

مضمون مصنفہ لالہ فقیہ حید صاحب دہلوی
اسٹنٹ اردو وانگریزی ڈکشنری اکثرین صاحبہ

اردو زبان کی حقیقت

۱۔ اخبار النساء۔ اردو زبان کی تاریخ پر اے دینے میں لکھتا ہے ”اُجک جیسی عمدہ
اردو و شہر و مقام کے لحاظ سے مسلمان لکھ بول سکتے ہیں اعلیٰ درجہ کا دوسری قوا
والا ہرگز نہیں لکھ بول سکتا ہے“ اب ہم کو بالفعل اس قول پر بحث کرنی منظور
ہے اور دلائل عقلی سے یہ ثابت کرنا مد نظر ہے کہ ایڈیٹر اخبار مذکور کا یہ قول کہاں تک
اور کس قدر صحیح ٹھہر سکتا ہے۔

اس میں کچھ کلام نہیں کہ عموماً تمام مسلمانوں کا اور خصوصاً تعلیم یافتہ خود غا خود
مسلمانوں کا یہ خیال ہے۔ نہیں بلکہ اکثر یہ ہے لگے ڈرپوک ہندوؤں کے دماغ میں
ہی جو مسلمانوں کی صحبت میں اکثر رہے ہیں یا ان کے ساتھ تعلیم پائے ہیں یا ان کے

اوضاع و اطوار و رفتار و گفتار کی طرف طبیعتاً میل رکھتے ہیں یہ خیال سمایا ہوا ہے اور نہیں بلکہ گورنمنٹ ہی ایک عرصہ سے اسی دھوکہ میں پڑی ہوئی ہے اور یہ خیال رکھتی ہے کہ مسلمان لوگوں کی زبان صحیح اور اچھی اردو ہے۔

ثبوت اس بیان کا یہ ہے

(الف) ہر اوسط درجہ کا مسلمان جب کبھی کسی ہندو سے کوئی محاورہ یا لفظ جسکو وہ نہیں جانتا یا نہیں بولتا یا کچھ ایک دوسے مختلف طور پر بولتا ہے سنتا ہی تو وہ اس محاورہ یا لفظ کو جیسی صورت ہو ٹکسال باہر اردو بتاتا اور اس کے بولنے والے پر ہنسنا آتا ہی حالانکہ اس نے ابھی تک اس محاورہ یا لفظ کی خوبی و صحت و اہلیت و فصاحت پر ذرا غور نہیں کی اور نہ اسکی تحقیق پر کچھ توجہ دے

(ب) جبکہ کوئی پڑھا لکھا ہندو گفتگو کرتا ہو یا کسی کتاب کا ترجمہ لکھتا ہے یا کوئی نئی کتاب اردو میں بناتا ہو تو وہ مسلمانوں کے ہنسے اور طعن تشنیع کے ڈر سے جیسا اپنا محاورہ ہے ویسی نہیں بولتا یا لکھتا بلکہ وہ محاورہ استعمال کرنا چاہتا ہے جو مسلمانوں میں رائج ہے اور جو انکو پسند ہے اور اسی خیال سے وہ اپنی لقنیف و تالیف کو ایک نظر کسی مسلمان ہنشی یا مولوی کو دکھا لیتا ہے اور اسکی اصلاح کے موافق اسکو درست کر دیتا ہے۔ اسی زمرہ میں اردو زبان کی تاریخ کا مولف ہے۔

(ج) سہی طرح گورنمنٹ جب کوئی کتاب اردو میں بنواتی یا ترجمہ کراتی ہے اس کتاب کے مجسم یا محاورہ ہو نیز کا اعتبار نہیں کرتی جب تک کہ کسی مسلمان ہنشی یا مولوی کی اصلاح اس میں نہو جائے اور یہی پڑی وجہ ہے کہ ابتدائی تعلیم کی دسی کتابیں اور تمام قانونی ترجمے ایسے ناقص رہتے ہیں اور اولیٰ پورا پورا سرکار کا منشا حال نہیں ہوتا۔ جو ترجمہ ہے وہ مسلمان طرز کلام پر اور جو بچوں کی تعلیم کی کتابیں ہیں وہ مسلمانانہ انداز گفتگو نہیں ہندو اور ان کے بچے ایسے وسیلوں سے کیونکر کا حقہ فائدہ اٹھا سکتے ہیں

زبان و محاورہ کسی کی ملکیت نہیں ہے اور نہ کسی خاص قوم و ملت پر منحصر ہے جس طرح ہندوؤں کے چال چلن رنگ و رنگ - سبج و سبج - مسلمانوں کے اوضاع و احوال سے مختلف ہیں اسی طرح ان کی زبان اور طرز کلام ایک خاصہ رکھتی ہے جو مسلمانوں کے طریقہ گفتگو سے علیحدہ ہو اگرچہ دونوں قوموں کے زبان کا نام فی زمانہ اردو ہے جسکی تشریح ہم آگے کہتے ہیں اور اس تشریح سے سمجھنے والے سمجھ لینگے کہ اخبار النساء کا یہ قول بھی ”شاہی شکر کی عربی - فارسی - ترکی بولی نے اس زبان پر ایسے سبج بھاگا کے الفاظ بھی اپنے محاورے میں داخل کر لئے“ کیا وقعت رکھتا ہے یہ بیان کیا گیا ہے کہ اردو ترکی میں شکر کو کہتے ہیں اور اردو زبان شکر بولی کا نام ہے یعنی اردو وہ بولی ہے جس میں سپاہی لوگ بازار میں دوکانداروں سے آٹا دال کھانے پینے کا سودا مول لیتے اور لین دین کرتے ہیں پس اس اردو بولی کی جاے پیدائش بازار ہے اور اس کے موجد بازار میں دواستد کر نیوالے بازاری لوگ ہیں اور انہیں کار و زمزمہ اردو کا صحیح محاورہ ہے۔

اردو بولی میں تین زبان کے الفاظ زیادہ ملتے ہیں۔ اول ہندی یا بڑج کا جبکہ جنم سنسکرت سے ہو۔ دوسرے فارسی جو ہندی کی بچھری ہوئی بہن ہے تیسرے عربی۔

اب تھوڑی دیر سوچنے اور عام بول چال اور روزمرہ پر غور کرنے سے معلوم ہو جائیگا کہ کس زبان کے لفظ اس اردو بولی میں زیادہ ہیں اور کون سی زبان کے الفاظ اس اردو کی ہستی اور قیام موقوف ہے اور کس قسم کے الفاظ زبان کیواسطے لایا ہیں۔

یہ دعویٰ پیش کریں ہم ہرگز ثبوت کے محتاج نہیں ہیں اور نہ کوئی سمجھنا آدمی جس نے زبان کی طرف ذرا بھی دھیان دیا ہو گا ہم سے اسکا ثبوت طلب کریگا

عام بول چال۔ کار آمد گفتگو۔ گہیر بلو بات چیت۔ لین دین کے روزمرہ بازار کے
مخاورہ میں ہندی الفاظ بہت زیادہ ہیں اور صرف انہیں الفاظ کے وسیع سے
کاروبار دنیاوی اور ضروری حاجتیں پوری ہوتی ہیں مثلاً (۱) آدمی کے
بدن کے جوڑوں کے نام۔ ماتھ۔ پانو۔ آنکھ۔ ناک۔ کان۔ وغیرہ۔

(۲) جانوروں کے نام۔ ماتی۔ گھوڑا۔ گائے۔ بیل۔ بھیر۔ بکری وغیرہ۔

(۳) پرندوں کے نام۔ چڑیا۔ مینا۔ چیل۔ کوآ۔ وغیرہ۔

(۴) پیداوار کے نام۔ گیہون۔ چنا۔ جو۔ چاول۔ نون۔ تیل۔ گھی۔ شکر۔

(۵) درختوں کے نام۔ نیم۔ پیل۔ بڑ۔ بیری۔ آم۔ املی وغیرہ۔

(۶) پہل۔ پہول۔ ساگ۔ پات اور ترکاریوں کے نام۔ آم۔ جاسن۔ مٹیا۔

راے بیل۔ پالک۔ مٹی۔ بٹھوا۔ آلو۔ اروی۔ مولی۔ بلیکن وغیرہ۔

(۷) موسموں کے نام۔ گرمی۔ جاڑا۔ برسات وغیرہ۔

(۸) قدرتی سوانح و عجائبات کے نام۔ مینہ۔ آندھی۔ بادل۔ بجلی۔ چاند۔

سورج۔ دھوپ۔ چھانو۔ وغیرہ۔

(۹) دھاتوں کے نام۔ چاندی۔ سونا۔ لوہا۔ تانبا۔ وغیرہ۔

(۱۰) عمارتی مصالح کا نام۔ کنکر۔ پتھر۔ چونا۔ مٹی۔ وغیرہ۔

(۱۱) ضروریات زندگی کے جزوئے نام۔ آٹا۔ وال۔ روٹی۔ کپڑا۔ آگ۔

پانی وغیرہ۔

(۱۲) حوائج ضروریہ کے نام۔ سونا۔ جاگنا۔ نہانا۔ دھونا۔ وغیرہ۔

(۱۳) پیشوں کے نام۔ لوہار۔ کہانی۔ سنار۔ جولاہا۔ کھار۔ چار۔ وغیرہ۔

(۱۴) صنعت و حرفت کے نام۔ چٹائی۔ لپائی۔ جڑت۔ سلامی وغیرہ۔

(۱۵) اوزاروں کے نام۔ ہتھوڑا۔ لہولا۔ راپنی۔ کترنی۔ چٹا وغیرہ۔

- (۱۶) زراعت اور اسکے آلات کے نام - کہتی - باڑی - ہل - جوا -
- (۱۷) تمام حرکتوں کے نام - اوٹھنا - بیٹھنا - چلنا - پہرنا - گرنا - پڑنا - جینا - مرنا وغیرہ -
- (۱۸) اسباب خانہ اور خانہ داری کے نام - چولہا - چکی - چھاج - چھلنی - برتن - بہانڈا - کہاٹ - کھوٹا - پسنا - پونا - پکانا - ریندھنا - سینا - پرونا وغیرہ
- (۱۹) تمام آوازوں کے نام - جٹ - پٹ - چین - چون - جہڑ - پڑ - وغیرہ -
- (۲۰) کھیل کھلونوں کے نام - کبڈی - آنکھ مچولی - گیند بٹا - لٹو پیر کی جھونپڑا -
- (۲۱) تمام رشتوں کے نام - باپ - دادا - نانا - ماما - چاچا - تاؤ - وغیرہ -
- (۲۲) تمام ضمیریں - اسم اشارہ و مشتقات فعل اور کل مصدر - میں تو وہ - مایہوالا - جلا میوالا - آنا - جانا - کھانا - پینا - و ایک سے لیکر سو تک گنتی - ایک دو تین - چار - وغیرہ وغیرہ - تمام سنہری ہین سولے ایک دو چار ستشنا کے کیونکہ ہر زمرہ کے الفاظ کے ساتھ ایک نہ ایک لفظ بطور اعتراض ایسا بیان کیا جاسکتا ہے جو بلاشبہ سنہری نہیں ہے مگر ایسے لفظ بلحاظ شمار کے بہت کم پائے جاتے اور اسی وجہ سے وہ قاعدہ سے مستثنیٰ نہ ہین جیسا کہ ہر کلیہ قاعدہ کی واسطے استثناء ضرور ہے البتہ سامان عیش و نشاط و اسباب و آرائش و نمائش اور نیز بعض شیاؤں ضروریہ جو مسلمانوں نے بنائیں یا انکی ولایت سے آئیں یا جو اکثر مسلمانوں کے استعمال سے مخصوص رہیں وہ عربی فارسی کے نام سے پکاری جاتی ہے اور صرف ایسی صورتوں میں اور البتہ ہی الفاظ کے صحت کی تصدیق میں مسلمان عربی دان فارسی خوان کا کلام قول فیصل ہو سکتا ہے -

اوپر کے تمام طویل بیان کا پختہ یہ ہے کہ روزمرہ میں سنہری الفاظ اور اسکے

مکرب محاورے - فارسی - عربی الفاظ سے کہیں زیادہ ہیں کسی خاص فرقہ یا خاندان کی تحریر و تقریر اس بحث سے خارج ہے -

دوسرا ثبوت یہ ہے - اسم - فعل - حرف میں سے جو گریہ والوں کے موافق زبان کی تقسیم ہے اردو میں تمام فعل ہندی ہیں - تمام حرف ہندی ہیں - اور قریباً تین چوتھائی یا اس سے کس قدر کم و بیش اسم ہندی ہیں اور اسکے ثبوت میں اوپر کی تشریح کافی ہے -

تیسرا ثبوت زبان کا مدار فعل و حرف کی حیثیت پر موقوف ہے کسی غیر زبان کے اسم کسی ایک زبان کے اندر خلط ملط ہو جائیے اس زبان پر جتنا اسکے افعال و حروف کی حیثیت قائم ہے کچھ اثر نہیں ہو سکتا - جس طرح اب ہر روز انگریزی اسما اردو میں ملتے چلے جاتے ہیں اسی طرح اس زمانہ میں عربی فارسی کے لفظ زبان میں ملے ہوئے اور یہ خیال بہت قریں قیاس ہے -

چوتھا ثبوت - اگر کوئی شخص کسی وجہ سے خواہ بوجہ ناواقفیت یا بوجہ ضرورت یا بوجہ انگریزی دانی یا بوجہ انگریزی نامی کے کوئی جملہ ایسا بولے جس میں سوا ایک فعل کے باقی سب لفظ انگریزی ہوں تو اردو وہی کا جملہ کہلائیکا اور برخلاف اسکے اگر کوئی شخص ایسا جملہ بولے جس میں سوائے انگریزی فعل کے باقی سب لفظ ہندی ہوں وہ جملہ انگریزیکا مانا جائیگا اور یہ کہنے میں آئیگا کہ پہلے جملہ میں انگریزی لفظ اور دوسرے میں ہندی لفظ ملے ہیں -

پانچواں ثبوت اردو کا کوئی فقرہ ایسا نہیں ہو سکتا جس میں کم از کم ہندیکا ایک لفظ نہ پایا جائے یعنی اردو ہستی بغیر ہندی کے ناممکن ہے یا یوں کہو کہ ہندی اردو کی جان ہے برخلاف اسکے اردو کے اکثر ایسے فقرے روزمرہ میں عام جاری ہیں اور ہم ہر گھڑی ہر روز باتھی گفتگو گہرے کاروبار - شادی -

کے معاملات بازار کے لین دین میں بولتے ہیں جس میں ہندی کے سولے فارسی
 عربی کا ذکر نہیں ہوتا یعنی عربی فارسی کی اردو میں ایک چاٹ دگٹی ہے جو بعض
 موقع پر ظاہری ٹیپ ٹاپ اور باہری رنگ روپ دینے کی واسطے کیسے قدر اچھی ہے
 اور بعض موقع پر کارآمد ہے۔ یا اڈیٹر اخبار النساء کے ہتھارہ کی پیروی کر کے
 یوں کہہ کر کہہ رہی ہیں سونا ہو جب کا زیور بنا ہے۔ اور عربی فارسی کا ادھر صرف
 مینا ہے۔ چھٹا ثبوت ڈاکٹر فائن صاحب کی ڈکشنری میں صرف حرف (ب) کے الفاظ
 پس اردو زبان میں عربی فارسی کے اسما داخل ہوئے اردو زبان کے
 محاورے کی فصاحت بلاغت سلاست و سمانت خوبی و عمدگی۔ صحت و درستگی
 عربی فارسی کے الفاظ اور ان کے اوشاد و ماہرون پر منحصر نہیں ہو سکتے بلکہ بطرح
 انگریزی زبان کی تمام خوبیاں انیکلو میکسن کے الفاظ پر موقوف ہیں اس طرح
 اردو زبان کی تمام خوبیاں ہندی الفاظ اور اسکے درست استعمال پر مبنی ہیں
 اور ان ہندی الفاظ کا ٹھیک محاورہ درست معنی یا موقع استعمال اور باریک خیال
 سوائے ان ہندو لوگوں کے جو نسلاً بعد نسلاً و بطناً بعد بطناً بولتے اور سنتے
 چلے آئے ہیں اور احتک بولتے ہیں اور کون شخص ان کے جابن کا معقول دعویٰ کر سکتا
 ہے اور اسکے دعویٰ کو عقل تسلیم کرتی ہے پس ہندوؤں کی زبان ہندوؤں کا
 محاورہ ہندوؤں کا طرز کلام اور طریقہ گفتگو ہندو قوم کی کثرت شمار اور ہندی
 الفاظ کے بشمار تعداد کے سبب قابل ترجیح اور ترویج ہے اور اس حقیقت حال
 کی طرف ہمارے مہذب تعلیم یافتہ ہندو بہائی جو مسلمانوں کے دے کے سبب اپنی تصنیف
 و تالیف بخیر ادنیٰ اصلاح کے شائع نہیں کر سکتے اور نیز گورنمنٹ عالیہ اپنی خاں
 توضیح فرماتے۔

اب اڈیٹر اخبار النساء سے یہ سوال ہے کہ مسلمانوں نے آپ کی کیا مراد ہے آیا بلحاظ

شاہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہندی الفاظ اور اسکے مرکب محاورات بہ نسبت فارسی عربی کے تعداد میں چھٹے ہیں +

قوم کے تمام مسلمان اعلیٰ خاندانی - خواندہ - مالدار مسلمان سے لیکر کچھ بڑے بڑے - نامیائی تک یا صرف اول درجہ کے بادشاہزادہ - نوابزادہ - امیرزادہ جو بیاعتنا نہ تھے و ناموس و عزت و آبرو مال و دولت بازار میں نکلتا - سڑک پر چلتا - زمین پر پاؤں دھرتا - میلے ٹیلے میں جاتا - عام آدمیوں کے جلسوں میں شریک ہوتا - دوکاندار سے بات چیت کرنا اپنی شان کے خلاف اور رتبہ سے بعید سمجھتے تھے اور خلی نسبت یہ عام روایت ہے کہ انہوں نے کپڑوں کا پیر نہیں دیکھا اور اپنی چار دیواری سے قدم باہر نہیں رکھا پہلا ایسے شخص کو نسبت یہ خیال کیا جاسکتا ہے کہ وہ زبان کے محاورہ سے کٹا و جزاً واقفیت رکھتے ہیں ہر طرح اور ہر قسم کے لفظ و اصطلاح وہ جانتے ہیں - سچ تو یہ ہے کہ اگر کوئی شخص ایسی اعلیٰ درجہ کے امیر کبیر رئیس شریف نجیب کی نسبت اردو دانی کا خطاب دے گا تو اور اس کو اردو کا استاد قابل سنبھالتا ہے تو وہ شخص درحقیقت اس رئیس کی عزت میں بڑے لگاتا ہے اور اس کے رتبہ کو ایک درجہ نیچے اذات کرتا ہے کیونکہ جو وقت یہ بیان کیا جائے کہ ایک مسلمان رئیس عالی حسب عالی نسب اردو کے روزمرہ سے خوب واقفیت رکھتا ہے تو یہ بیان اس کے چال چلن پر حرف لاتا ہے اور اس کے اوضاع اطوار کی نسبت بدگمانی پیدا ہوتی ہے اور یہاں سے یہ خیال پیدا ہوتا ہے کہ کوئی عقلمند مسلمان رئیس اردو دانی کی تعریف کو اپنے حق میں باعث خیر نہیں خیال کریگا بلکہ اس کے خلاف ایسی تعریف کو موجب تہنک جانے گا - البتہ ایسے شرفا مسلمان کی نسبت یہ کہنا ہیجا نہ ہو گا کہ اس کی ایک خاص زبان ہے جو اس طرح اخبار انسا کے کانوں کو بہت اچھی لگتی ہے اور اس کے روزمرہ کے لوگوں کو بہت پہلی معلوم ہوتی ہے اس بیان میں کسیکو اعتراض نہیں ہو سکتا -

رہے دہنے - جلتا ہے - ٹیلی - تنولی - ان کے کلام میں خواہ وہ کسی قوم کے

ہوں بہت کم فرق ہے اگر ہے تو اس قدر کہ سند و رخ نرغ۔ ق کے تلفظ سغری
ہیں اور سلمان لوگ ان الفاظ کے تلفظ کو پڑھے لکھے ہونیکلی علامت سمجھ کر حد
زیادہ ساخت کر کے ان حروف کو موقع بموقع تلفظ کرتے ہیں اور بعض اوقات
بجائے ج کے ز اور بجائے گ کے ق اور بجائے گ کے غ تلفظ کرنا باعث
فخر خیال کرتے ہیں جیسے پٹاکا۔ پٹاخا۔ ٹپکنا۔ ٹپخنا۔ کبوتر۔ قبوتر وغیرہ وغیرہ۔
ہندی زبان کی نسبت اکثر معترضانہ یہ بیان کیا جاتا ہے کہ آئین ٹے وال
ٹے بہت ثقیل آواز میں ہیں مسلمان لوگ جو فصاحت کا دم بہرتے ہیں وہ ایسی
الفاظ سے جنہیں ایسی کہ یہ آواز میں آتی ہیں احتدار کرتے ہیں اور بجائے اونکے
عربی فارسی کے لفظ بولنے روار کہتے ہیں۔ جواب اسکا یہ ہے کہ بمقابلہ رخ غ ق
کے ان ثقیل حروف کی آواز بہت ہی سلیس ہے چنانچہ انکے خارج اس امر کے شاہد
ہیں۔ جب سچے اول ہی اول بولنا سیکھتا ہے تو اوسکو۔ ٹے۔ ٹوال۔ ٹے
کا تلفظ کر نہیں سکتا کچھ دقت نہیں ہوتی بلکہ رخ غ ق کے تلفظ میں ایک صر
تک ناکام رہتا ہے۔

در اصل تحریر تقریر کا نقشہ ہے وہی تحریر عمدہ ہے جو ہو ہو مکالمہ کا نمونہ ہو
اور جو اس میں بال برابر ہی فرق آگیا تو وہ تحریر تقریر کی صحیح تصویر نہیں ہے تصویر کا
کام اور اوس کا کمال اوسی تصویر سے ظاہر ہوتا ہے جو موبو اور من و عن اوس شخص
بتائے جسکی وہ تصویر ہے اور اوس شخص سے اوس تصویر کو اور اوس تصویر سے اوس
شخص کو دیکھنے والے ایک نظر میں بلا تکلف پہچان لیں۔ اگر ایک شخص کے چہرہ پر
کوسی داغ ہے یا اوسکی آنکھ میں کچھ کمی ہے اور مصوّر اوسکی تصویر میں وہ نقص
نہ دکھائے تو وہ اوس مصوّر کا نقص ہے کیونکہ جو نقشہ وہ بتاتا ہے وہ اصلی نہیں ہے
صرف اوس کا خیالی ہے۔

اگر بفرصت محال اڈیٹر اخبار النساء کا قول جو ہم نے شروع مضمون میں نقل کیا ہو صحیح مانا جائے تو اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ ایلیدن وہ ہو گا کہ انگریز لوگ بھی اگر انگریزی الفاظ اس زبان میں اسی نہج سے چن رہے اور ملتے رہے اور دودانی میں استاد ہو نہکا دعویٰ کر سکیں گے۔ اور اس سے گذر کر وسط ایشیا کی موجودہ پولیشکل حالت دس صدی معاملات پر غور کر بیٹھے یہ خیال خطور کرتا ہو کہ خدا نخواستہ سوچا پس برس بعد ہندوستان ہی جیسا کہ پہلے کا خیال ہے روس کے قبضہ میں آگیا اور روسی زبان کے لفظ حسب قاعدہ یہاں کی زبان میں مل گئے تو روسی لوگ بھی اودو کے استاد بن بیٹھیں گے اور جیسی کہ اخبار النساء نے تعلیٰ کی لی ہے ویسی ہی لن ترانیاں روسی اخبار مانگیں گے۔

اردو زبان کی تاریخ میں یہ بہت بڑا نقص ہے اور اسکے مولف نے یہ بڑی بہاری غلطی کہا لی ہے کہ اس نے ہندی۔ اردو کی فہرست میں وہ لفظ لکھے ہیں جو ہندو اور مسلمانوں کے مخصوص ہیں یعنی ہندی وہ لفظ قرار دیئے ہیں جو ہندو لوگ بولتے ہیں اور اردو اولکھانام رکھا ہے جو مسلمان بولتے ہیں اس مصنف کی یہ غرض معلوم ہوتی ہے کہ ہندوؤں کی زبان اردو کے پایہ کو ابھی تک نہیں پہنچی اور سنہوزاوسمین گنواہری کی بوالی ہے اور ٹکسالی صحیح اردو کے صرف وہی ہندی کے الفاظ میں جن پر مسلمان بول چاک کی چھاپ لگ رہی ہے۔

جس طرح ایک زبان کی چند نوشتیں الفرائدی۔ الفصالی اور اتصالی ہوتی ہیں اسی طرح اردو کسی زبان کی خاص نوبت کا نام نہیں ہے بلکہ اردو بھی ہندی ہے جس میں عربی فارسی کے بہت سارے لفظ آئے ہیں۔ اردو میں تمام گرداخی صوتیں۔ اشتقاق کے ڈھنگ۔ فاعل و مفعول کے حروف۔ تذکیر و تانیث کی علامتیں سب وہی اور ویسی ہی ہیں جیسی ہندی میں ہیں تمام اردو زبان ہندی

گر پیر کے قواعد سے منضبط ہے صرف اتنا فرق ہے کہ ہندی خالص ہندی ہے اور اردو۔ ہندی۔ عربی۔ فارسی کا مجموعہ ہے جیسا کہ اوپر بیان ہوا جس ہندی کے کلام میں عربی فارسی الفاظ کی چاٹ نہ پائی جائے وہ ہندی ہے اور جو پائی جائے تو اردو اس طرح جس مسلمان کے کلام میں صرف ہندی الفاظ ہوں اور عربی فارسی کی آمیزش نہ ہو اور ہو تو بہت کم وہ کلام ہندی ہے دیکھو آمیزش و دہلوی کے دو بے پہیلیاں وغیرہ۔

ماحصل یہ ہے کہ اردو ہندو یا مسلمان پر منحصر نہیں ہے۔ اگر مولف بچہ ہندی کے ہندو اور بچے اردو کے مسلمان اس فہرست میں قایم کرتا تو زیادہ صحیح تمیز ہوتی۔
رسالہ مفید ہندو

مضمون مصنفہ منشی محمد سردار خان صاحب دہلوی

بیوہ کی شادی کیون نہین کرتے

شاید ہمارے اس سوال پر لوگ یہ کہیں کہ یہ رسم ہمارے مان قدیم الایام سے چلی آتی ہے۔ اب اس رسم کے توڑنے میں قوم کے تشبیح کے علاوہ خود بھی غیرت معلوم ہوتی ہے۔ اب ہم یہ کہتے ہیں۔ کہ اول تو یہ کچھ غیرت کی بات نہین۔ کیا معنی کہ جب ایک دفعہ تم نے عورت کا نکاح کیا تو دوبارہ کرنے میں کیا شرم و قباحت ہے۔ دوسرے یہ کہ جو خرابیاں اور خاندان کے من کے نتائج اس رسم کے نہ کرنے میں پیش آتی ہیں وہ اس بے معنی شرم سے ہزار درجے بہتر ہیں۔ پہلا یہ کہ قیاس میں آتا ہے کہ ایک عاقلہ بالغہ عورت تمام عمر نڈاپے میں گزارے اور اسکے دامن عفت اور عصمت پر دہتہ نہ لگے۔ وہ کولنسا پانی ہے۔ جو اس کو (جو تمام مرد وزن میں خلقی ہے) منطقی کرے۔ وہ کیا حجاب ہے جو دیدار طلب

انکھوں کے سامنے حامل ہو۔ وہ کون مشغل ہے جو انکے مرد و خاوندوں کے حقوق کو مٹا سکے۔ کوئی اون ستم رسیدہ اور غم زدوں کے دل سے پوچھے۔ پر یہ خیال اونکو کیا کچھ نہ کرنے پر مال کرتے ہونگے اور جن لوگوں میں بے پردگی ہے اونکا تو کیا ذکر ہے۔ پہلا ہم ہی تو دیکھیں کہ وہ کون صحیح و سالم مرد ہے جو تمام عمر اپنی عالم تجرد میں گزارتا ہے۔ چہ جائیکہ عورت جو طباً اور عرفاً مرد سے زیادہ حرارت رکھتی ہے اور اگر کوئی ہزاروں میں ایک کی مثال دے تو وہ قابل اعتبار نہیں اس قید دایمی سے تو پہلے لوگوں کی دختر کشی ہی ٹھیک تھی کہ وہ اوسکو لفظانی خواہش کے ہی قابل ہونے دیتے تھے۔

سستی ہونا جسکو لوگ بڑے افتخار سے بیان کرتے ہیں اور عورتوں کی پارسائی جتاتے ہیں۔ وہ حقیقت میں خاوند کا عشق نہیں۔ عفت نہیں۔ بلکہ اگر غور سے دیکھو۔ تو وہ تمام عمر کے زڈ اپنے میں بسر کرنے سے جان پر کھیل جانا بہتر سمجھتی ہیں جسکو یہ بے بصیرت لوگ محبت سمجھ رہے ہیں وائے رجال اونکے۔ اور اب تو یہ ہی نہیں یعنی اب تو کوئی جان ہی گنوائے نہیں دیتا گویا مارے اور رونے نہ دے کا حال کر رہا ہے۔ اور اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں وہ فرط العفت اور جوش اندوہ میں ایسا کرتی نہیں۔ تو یہ بالکل غلط ہے۔ کیا تمام ہندوستان کی ہی عورتیں ایسی وفا کیش اور خاوند کی عاشق زار ہیں۔ کہ اوسکے بعد انکو جینا مرگ حرام سے بدتر تھا اور جان جیسی گرامی چیز کو دیکھتی آگ میں جھوک دینا ایک غمزہ۔ مثل کے مرتے کے ساتھ کون مڑتا ہے۔

ہمارا یہ خطاب کچھ ہندوؤں ہی سے نہیں۔ بلکہ اون مسلمانوں سے بھی ہے۔ جو اون لوگوں میں خلط ملط ہو کر اور اسلام کے احکام فراموش کر کے ان فنیج ریموں میں (کہ جسکا نتیجہ اونکے کل کو دہیا لگانے اور نیزا توں کا صبر سمیٹنے والا ہے) پڑے ہوئے

رائٹ ونکی شادی نکرنا گناہ کے علاوہ تو والد اور تناسل کی کمی کے لحاظ سے بیچر کو نقصان پہنچانا اور طحاظ اسقاط حمل کو غنیمت کا تصور دار بنانا ہے۔ ان عوام ہندو مسلمانوں کے سوا ہمارے ہندوستانی نواب راجہ بھی اس الزام سے بری نہیں ہو سکتے۔ کیا معنی کہ عیاشی اونکو ایک بیوی پر قلع نہیں ہونے دیتی۔ بلکہ راجاؤں میں تو ایک رانی کا ہونا بڑی ہی معیوب بات ہے پس خیال کرنا چاہئے کہ جب کثرت مباشرت سودہ جوان ہی مر جائینگے یا صعیف ہو جائینگے تو اون کی حرمت بیگمیں۔ لونڈیوں۔ چیریوں۔ رانیوں کا کیا حال ہوگا۔ فحش کی کثرت نہ تو کیا ہو۔

از رسالہ مفید ہندو

سنت اچھے حق بود گفتم تمام
مضمون مصنفہ کنشی محمد خان صاحب از کپور تھلہ

توجہ و عدم توجہ

توجہ عربی زبان کا لفظ ہے۔ اسکے لغوی معنی رو بچہ پیرے یا یکے آوردن ہیں اور اصلاح میں اس فعل قلبی کو کہتے ہیں کہ جس سے ادراک کامل حاصل ہوتا ہے۔ یا تصور زہن میں باقی رہتا ہے۔ جب ہم کسی چیز کی طرف بغور ملاحظہ ہوں۔ اسوقت کوئی چیز ہمارے سامنے سے گزر جائے۔ کوئی باجا بجا جائے ہمیں اوسکا ادراک نہیں ہوتا۔ یہ سب چیزیں ہمارے حواس پر فعل کرتے ہیں یعنی ہم انکو دیکھتے سنتے ہیں۔ مگر ایک فعل قلبی کے عدم موجودگی کے باعث ادراک نہیں ہوتا۔ اس فعل قلبی کا نام توجہ ہے۔ مثلاً ہم کسی دلچسپ کتاب کے مطالعہ میں مصروف ہیں۔ اور پاس ہی ایک کلاک دہرا ہے۔ جبکہ بجنے کی آواز دور تک جاتی ہے وہ بجاتا ہے مگر ہمیں اوسکے بجنے کی خبر ہی نہیں ہوتی۔ یا اسوقت روز بروز سے

ایک شخص چلا جاوے اور دوسرا اگر اوسکا حال ہم سے دریافت کرے تو ہم کچھ بیان نہیں کر سکتے۔

(۲) بارٹا ایسا ہوتا ہے کہ ہم محض فکر میں غوطہ زن ہیں اور درمقصود کے نکلانے میں مصروف ایک شخص آتا ہے۔ اور کوئی ذکر سنا مشروع کرتا ہے۔ جب وہ سنا تا سنا تا کسی موقع پر اس ذکر کے ابتدائی حصہ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اور میں ہی متوجہ کرتا ہے تو میں اسکی کچھ بھی خبر نہیں ہوتی۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جب کسی شے کی طرف جو دیکھے یا سنی جاوے تو وہ نہ کیا وے تو وہ اسی وقت بہول جاتی ہے اسی واسطے عدم توجہ کی کے بڑھ جانے سے حافظہ خراب ہو جاتا ہے طبیعت میں سہو و نسیان کا دخل ہو جاتا ہے۔ حافظہ کے ساتھ ہی ذہن میں بھی فتور واقع ہو جاتا ہے۔ اسلئے کہ جب کسی چیز کو دیکھ کر یا سنا کر اوسکا تصور ذہن میں نہیں رہتا۔ یا اسکا اور اک نہیں ہوتا تو اوسپر ذہن نیز اپنا عمل کیا کرتا ہے۔ سطح ذہن بیکار رہتا ہے۔ اور چند مدت بے استعمال رہ کر نکھارتا ہے۔ اور چند مدت بے استعمال رہ کر نکھارتا ہے۔ یہ تو ظاہر ہے کہ جس دربار میں توجہ جیسی نیکذات خیر خواہ نیک نیت شہزادی کے جیسے سایہ میں یہ دونوں یعنی حافظہ و ذہن رہتی ہیں اور جیسے نظر لطف و کرم سے پرورش پاتے ہیں کچھ قدر وقعت نہیں ہوتی۔ تو وہاں بقدری سے رہ کر انکو کیا امید ہو۔ اسلئے جیون جیون بے توجہگی کی قدر ہوتی جاتی ہے۔ یہ دونوں اپنا آنا جانا کم کرتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ آخر کار بالکل اس دربار کا جانا ترک کر دیتے ہیں۔ جب ایسے لایقوں کا جو باعث ترقی و شان و دربار ہے دربار سے آنا جانا موقوف ہوا۔ تو وہ دربار بالکل بے رونق ہو جاتا ہے۔ یعنی پھر انسان کسی کام کا نہیں رہتا۔ پھر اس سے پھر اکھوتو بجا ہے۔ انڈھا کہا جاوے تو درست ہے۔ بلکہ دونوں لقب اس کے مرتبہ اعلیٰ سے کئی درجہ کم

ہیں کیونکہ ہرے اور اندھے کان اور آنکھ کے ہونیکے باعث ان القاب سے ملقب ہوتے ہیں۔ اسی خدا نے انہیں عطا فرمائی ہیں اور نہیں دیکھ سکتا کان رکھتا ہو اور کچھ نہیں سن سکتا۔ ذہن ہے پر کچھ نہیں سمجھ سکتا۔ حافظہ سے بے بہرہ نہیں مگر یاد نہیں رکھتا جب کوئی اندھا یا بہرہ ہو جاتا ہے تو ارحم الراحمین اور اس سبب سے کہ وہ اندھا یا بہرہ ہونے میں مجبور ہے۔ اس کمی کے عوض میں اور قویٰ کو تیز کر دیتا ہے چنانچہ اندھوں کے قوت سامعہ یا لامہ تیز ہوتے ہیں جو لوگ دانستہ توجہ ایسی مفید چیز کو ناحق زایل کرتے ہیں انکی ناشکر گزاری اور فرامانی کی سزا میں اور قویٰ ہی چہین لیتا ہے۔

(۳) وہ شخص حسین یہ فعل قلبی جسے توجہ کہتے ہیں نہو۔ اور وہ حسین ہوان دونوں میں اتنا فرق ہوتا ہے۔ کہ جتنا ایک عالم متل اور جاہل ڈوان میں۔ چنانچہ مثلاً ایک ذکر بتاتا ہوں جس سے یہ فرق بخوبی معلوم ہو جائیگا۔ میری عادت ہے کہ اکثر سر شام تفریحاً سڑک کو چلا جایا کرتا ہوں۔ ایک روز وہ شخص میرے ساتھ اڑتے اڑتے چہ چہ سات سات سالکی عمر کے ہمارے ہمراہ ہوئے۔ انہیں دونوں کی تو عام بچوں کی سی عادت تھی اور ایک کو چوب سے چوٹا تھا۔ توجہ کی خواہش ہتی بڑے دونوں تو اس وقت کی ٹنڈی ٹنڈی ہوا۔ مگر وہ کی لہلہاتی ہوئی سبزی اور شوق کو دیکھ کر قدرتی خوشی سے شادان اور فرحان کہی آگے کہی چھہ کودتے پہاڑتے چلے جلتے تھے اور تیسرا آہستہ آہستہ ہمارے ساتھ ساتھ جاتا تھا اور سٹرک کے باغ تک جاتے جلتے کئی آسان آسان سوال (جواس بچے کے لئے مشکل تھے) ہم سے پوچھو۔ چنانچہ سڑک پر چڑھتی ہی پڑاؤں کو دیکھ کر پوچھا کہ یہ کیا شے ہے یہاں سے زمین اس قدر بلند کیوں ہے۔ ذرا آگے بڑھ کر درخت کیا کہ سڑک کی دونوں جانب برابر سیدھی قطار میں درخت کیوں لگائے گئے ہیں

پہرل کی مندریں یوں کو دیکھ کر کہا کہ کیا یہ جگہ ہمارے بیٹے کے لئے بنائی ہے۔
وغیرہ وغیرہ اور سب سوالوں کے جواب اپنی سمجھ کے موافق حاصل کئے جو اس وقت
اوسے یاد کر اویئے گئے۔

اوس نے اس طرح سے توجہ کی بدولت اپنی سیر میں کئی اشیاء سے واقفیت اور
اونکے نفع و نقصان سے آگاہی حاصل کی اور دوسرے جیسے آئے تھے ویسے ہی
کہیلے کودتے گھرونگو گئے۔ دیکھو ایک گنہ کے عرصہ میں ایک میل کی سیر میں
کس قدر فرق آگیا۔ اسی نسبت سے سمجھ لو کہ اگر اونکی بے توجہگی اور اوسکی توجہ
کی یہی کیفیت رہی تو چند سال کے عرصہ میں کس قدر فرق آجائیگا۔

(۴) توجہ اور عدم توجہگی کے باعث یورپ میں اور اہل ہند میں زمین و آسمان
کا فرق ہو رہا ہے ورنہ اہل ہند اگر پہلے ہی توجہ کو کام فرماتے رہتے تو اب اس
رتبہ عالی اور اس بلندی پر ہوتے کہ سب قومیں بہت ہی پستی پر نظر آتیں۔
توجہ کم ہمیش خداوند تعالیٰ نے ہر فرد بشر کو دی ہے اسلئے اہل ہند میں بھی ہے۔
مگر حقیقت یہ ہے کہ اہل ہند نے اسکو بر محل استعمال نہیں کیا۔ اور یہ قاعدہ ہے کہ جو
شے جس مطلب کی واسطے پیدا کی گئی ہے اوسے اسی مطلب کی واسطے استعمال کریں
تو بہتر ہے ورنہ نہ مطلب حاصل ہوتا ہی اور نہ وہ شے درست رہتی ہے۔

انہوں نے اپنی توجہ کو خیالی اور وہی باتوں کی طرف لگایا عیش و نشاط
کی داہی تدبیر و نمین صرف کیا۔ دیو بہوتوں کی قصہ کہانیاں اور حسن و عشق کے
خیالی مضمون کی فکر میں لگے رہے۔ اور اسی قسم کی کتابیں تصنیف کیں کہ عشق و محبت
اگر کچھ فائدہ پہنچا تو یہ پہنچا کہ اپنی عزیز عمر کے بیش بہا وقت کو محنت ضائع کیا
اور ملک کو یہ نفع ملا کہ بہوتوں کے قصوں سے لوگوں کے دل میں ایک سوہمی
خوفناک ہیبتوں کا یقین اور اونسے خوف پیدا ہو گیا حسن و عشق کے قصوں کو

نوجوان مطالعہ کرتے ہیں۔ اور ان میں سو بہومی امیدیں اور عیش و خوشی کی باتیں
 ان کے اوائل عمر اور ان میں عاشقانہ مضامین شروع جوانی کے جوش و خروش اور
 ان میں محبت کی سیٹھی سیٹھی حکایتیں اور ان کی طبیعت میں نا عاقبت اندیشی کا
 عمل درآمد ہوتا ہے۔ نوجوان طبیعتوں پر جو مانند برودت کے ہوتے ہیں۔ آگ کا
 کام کرتے ہیں اگر یہ کاریگر چاہتے تو اس روز اور بادوت کو ہمت کی سرنگوں میں
 بہر مشکلات کے پہاڑوں کو اوڑھتے اور قلعہ شکن تو پوئین ڈاکٹر دشمنوں کے
 قلعے فتح کرتے۔ مگر حیف کہ انہوں نے بحر اوس آتش بازی کے کہ جس سے سوائے
 ایک لوح کے فضول تماشے کے اور کچھ فائدہ نہیں کچھ نہ بنایا۔

اہل یورپ نے توجہ کو مناسب جگہ استعمال کیا۔ آسان آسان باتوں
 کی طرف توجہ کی اور بڑے بڑے فائدے حاصل کئے۔ انہوں نے روز و شب صبح و
 شام کو دیکھا اور سوچا زمین کی روزانہ حرکت کی وقوعات کا ملاحظہ کیا۔ تجربات
 سے علت و معلول کے تحقیق کی۔ جن باتوں کا ہم نے خیال ہی نہیں کیا انہوں نے ان میں
 چیز و نہر توجہ کی اور مصری اور قدیمی یونانیوں کو پیچھے چھوڑا۔ علم طبیعیات و کیمیا کو
 ترقی دی۔ ریل و تار برقی نکالی اور ہمارے مفید چیزیں ایجاد کیں۔
 ہمیں آج تک معلوم نہیں کہ دن رات کیونکر پیدا ہوتے ہیں۔ بارش کی سطح ہوتی
 ان سب کی معقول وجہ ایک ہی سمجھی ہوئی ہے۔ کہ سب کچھ خدا کی قدرت میں ہے۔
 جو پتا تھا ہی کرتا ہے۔ اگر کوئی کہے پوچھ کہ ہو نچال کا کیا باعث ہو تو پہلا جواب تو
 وہ ہی معمولی ہو گا کہ خدا کی مرضی۔ اگر اصرار کرے وجہ ہی پوچھنی چاہئے۔ تو تیسرا
 کہ وہ گا دوزخ میں کو اپنے سینگوں پر اٹھائے ہوئے ہیں۔ جب اپنا سنگ بدلتی ہے تو
 زمین کو جنبش ہوتی ہے۔ اگر ہی سوال یورپین میں سے کیا بلوے کو دیکھیں
 خوب صورتی کے ساتھ کیسے معقول طور سے اس کے باعث اور توجہات بیان کر کے

جواب دیتے ہیں۔ گو آخر کو وہ ہی کہہ رہی ہو کہ سب کچھ خدا کی قدرت میں ہے۔ جو چاہتا ہو وہ کرتا ہے مگر اونکے اتنا کہنے اور سہارے کہنے میں رات دن کا فرق ہے ہم میں اہل یورپ سے ظاہر کیسیط حال کی نہیں ہاتھ موٹھ ناک کان سب کے برابر ہیں صرف اوس چیز کے کمی ہے جسکی واقفہ میں کمی نہیں۔ ہم سب کو چاہئے کہ توجہ کا خیال رکھیں ہر کام توجہ سے کریں اہل بصیرت جانتے ہیں کہ اگر تھوڑی دیر کے لئے توجہ کی طرف سے غفلت کی جائے تو انسان سے تمام عمر میں ہر اوسوقت کی کمی پوری ہونی بہت مشکل ہو جاتی ہے۔ اسے قانون کی قوت سامو اور آنکھوں کی بصارت سمجھنا چاہئے۔ اس کے اوصاف تو بہت ہیں مگر قانون کے لئے اشارہ کافی ہوتا ہے۔ لہذا بس کرتا ہوں۔

رسالہ کیونہ ہندو مت

مضمون مصنفہ منشی گنڈا سنگھ صاحب مدرس فارسی

صغیر سنی میں شادی کرنے کے نقصان

چھوٹی عمر میں شادی کرنے میں چار ایسے نقصان ہیں کہ جو انسان کو غارت اور برباد کرتے ہیں اور دین اور دنیا دونوں سے کہوتے ہیں۔

نقصان اول یہ ہے کہ شادی انسان اس واسطے کرتا ہے کہ اپنی زوجہ کے ساتھ عمر بھر عیش و آرام سے کاٹے اور جب کبھی اسکو مشکل و پیش آوے تو اس سے مدد لے۔ مثلاً وہ بیمار ہو اٹو اسکو امید ہے کہ اسکی زوجہ اسکی خدمت کریگی اور سیطرہ اور بہت سے امورات خانگی میں اسکو مدد ملتی ہے اور یہ بات اسوقت تک نہیں ہو سکتی کہ جب تک دونوں مرد اور عورت کے خیالات باہم منطبق نہ ہوں اور ایک دوسرے کو دل سے پیار نہ کرے اور یہ بات اسوقت تک نہیں ہو سکتی کہ جب تک مرد عورت کو اور عورت مرد کو شادی سے پہلے آزمائے اور اچھی طرح

پسند نہ کر لے اور یہ بات اس وقت تک نہیں ہو سکتی کہ جب تک مرد اور عورت
 دونوں سن بلوغ کو نہ پہنچ چکیں اور نیک و بد میں یہی تمیز کرنے نہ لگیں پس
 بڑی عمر میں شادی کا ہونا واجب ٹھہرا اگر صغیر سنی میں شادی کی جائیگی تو مرد و عورت
 ہرگز ایک دوسرے کو پسند نہ کر سکیں گے اور اگر شادی ہونے کے پہلے ایک نے دوسرے کو
 پسند نہ کیا تو ان میں محبت ہرگز پیدا نہ ہوگی اور تمام عمر لڑائی جھگڑے فتنہ و فساد میں
 سرگٹے گی۔ جس فائدہ کی غرض سے شادی کی تھی وہ تو درکنار اولیٰ ایک مفت
 کی بلا گلے پڑ گئی اس سے بہتر ہے کہ صغیر سنی میں شادی نہ کی جائے بلکہ شادی کے
 مدار کو مرد پر چھوڑ دے۔ جس سے وہ چاہے پسند کر کے شادی کر لے۔

نقصان دوم۔ انسان پر دنیا میں دو باتیں فرض ہیں۔ علم و عبادت
 چونکہ علم بغیر عبادت کا ہونا محال ہے اس لئے علم کا سیکھنا مقدم ٹھہرا صغیر سنی میں
 شادی کا کرنا ایک بڑا بیماری روک تحصیل علم کو ہے اس طرح سے کہ جب چھوٹی ہی
 عمر میں جو رو گلے کا مار ہو گئی تو مرد اس کو کھا کر کھلا بیگا یا تحصیل علوم کر بیگا۔
 بہت لوگ ابتدائی تعلیم پا کر روزگار کے متلاشی ہو جاتے ہیں بچارے کیا کریں۔
 اور جب علم سے محروم رہا تو خدا کے سامنے مستوجب عذاب ٹھہرا کیونکہ وہ سچی عبادت
 نہ کر سکا اب دیکھنا چاہئے کہ صغیر سنی کی شادی نے کس قدر ہرج انسان کا کیا۔ بس
 انسانی شادی سن بلوغ میں ہونی چاہئے تاکہ وہ اپنی بیس بچپن برس آزادی
 سے علم کی تحصیل میں صرف کر سکے۔

نقصان سویم۔ صغیر سنی میں جب شادی کی جائیگی تو جو اولاد پیدا ہوگی وہ
 کمزور، بزدل، مرلی، سست، کند ذہن، لپٹ حوصلہ ہوگی یہاں تک کہ رفتہ رفتہ
 بالکل ناکارہ بنیں ہو جائیگی۔ بہت لوگ کہا کرتے ہیں کہ پچھلے زمانہ کے
 لوگوں میں اجرات تھی اور اب جو پیدا ہوتا ہے اوس میں بالکل جرات۔ ستیا نہیں

ہوتی۔ اسکا سبب ہے۔ اگر بنظر تعمق دیکھا جائے تو یہی صغریٰ میں شادی کا
ہونا ہے۔ پچھلے زمانہ میں جب مرد جوان ہوتا تھا تو آپ پسند کر کے شادی کرتا
تھا اور انکی جو اولاد ہوتی تھی وہ بھی مثل انکے ولا اور اور حوصلہ والی ہوتی
تھی رفتہ رفتہ صغریٰ میں شادی کے ہونیکار و اچ ہوتا گیا۔ اور نسلیں دن بدن
کمزور ہوتی گئیں یہاں تک کہ زمانہ حال کی حالت آگئی۔

نقصان چارم یہ ہے کہ جب چھوٹی ہی عمر میں اولاد پیدا ہوئی تو اوسوقت
فکر معاش و منگیر ہوا گویا اسوقت ہمکو روزگار کی تلاش کرنی پڑی کہ جسوقت
ہم اسکے لائق نہ تھے۔ اور اسی باعث سے ہم اپنے مین کوئی ایسا کمال پیدا کر سکے
کہ جسکے ذریعہ سے ہم معقول روزگار حاصل کر سکیں۔ تمام عمر اس قلیل روزگار پر
گزارہ کرنا پڑا اور کوئی عمدہ مرتبہ حاصل نہ کر سکی۔ دو اور نقصان یہ ہیں کہ جنکو
میں بطور متمہ کے لکھتا ہوں۔ اولاً چھوٹی عمر میں شادی کرنے سے یہ قباحت عاید
ہوتی ہے کہ نہایت لڑکے سیٹلا وغیرہ امراض یا اور کسی سبب سے مر جاتے ہیں اور
عورت بیوہ رہ جاتی ہے جو مذہب ہندو میں ایک سخت مصیبت ہے۔ خدا اسکو
رفع کرے۔ ثانیاً بعض آدمی شادی کرنا پسند کرتے ہیں اور بعض بالکل مستنفر
ہیں۔ پس جب جوان ہو کر شادی ہوگی تو کوئی قباحت اس قسم کی عاید نہ ہوگی
جسکا جی چاہے شادی کرے چاہے نہ کرے۔ فقط۔

تمام شد

چرنی لال - مقام مطبع محبت ہند واقع فیض بازار دہلی - تاریخ ۲۸ جولائی ۱۸۸۷ء

فہرست کتب موجودہ مطبع محب سہند فیض بازار دہلی

ہر کتاب کی قیمت مع محصول ڈاک درج کی گئی ہے

فہرست کتب مذہبی

سیر الاولیاء و فارسی مصنفہ حضرت امیر
صاحب خلیفہ حضرت سلطان المشائخ نظام الدین
اولیاء قدس سرہ العزیز۔ اسمیں خاندان طبقہ
چشتیہ کے بزرگوں کی کرامات و فضایل وغیرہ
سلسلہ دار درج ہیں اور خصوصاً خواجہ خواجگان
حضرت خواجہ معین الدین حسن بخاری اجپیری رحمۃ
و قطب الاقطاب حضرت خواجہ قطب الدین بختیار
کاکلی اشقی قدس سرہ۔ و شیخ الشیخ حضرت شیخ
بابا فرید الدین شکر گنج رحمۃ علیہ اور سلطان المشائخ
محبوب الہی حضرت نظام الدین اولیاء بخاری مدظلہ
قدس سرہ کے فضایل و کرامات و حالات سے مخلص
و بیاریاں حضرت والا تفصیل و شرح مذکور ہیں۔
حجم تختینا ۲۰ جزو۔ تقطیع ۲۰ - ۲۶
قیمت۔ سے محصول لٹاک و رجسٹری عمدہ کاغذ
سریام پوری پر سے ۵/ اور عمدہ و لاتی
یا ڈسی کاغذ پر للہ ۷/ مقرر کی گئی ہے۔
(۲) رسالہ سوال و جواب فارسی
شاہزادہ داراشکوہ و بابا لال دہلوی بیرالی تصنیف
میں۔ اسمیں سات مختلف مقاموں پر جو شہزاد
اور بابا جی میں سوال و جواب ہوئے ہیں وہ سب
فہم بند کئے گئے ہیں۔ قیمت ۲/ ۲
(۳) جواب سہمنہ حضرت محمد غوث گوالیار
رحمۃ علیہ اردو۔ اعمال و آداب میں۔ قیمت ۲/ ۲
(۴) معالجات الاسرار تفسیر قرآن مجید
فارسی مع ایک مقدمہ اردو و رسائل نبوت حضرت
محمد صلعم از کتب مختلف مذاہب۔ قیمت ۵/ ۲
(۵) مرقعہ شریف۔ مصنفہ حضرت شیخ یحییٰ
جہاں آبادی قدس سرہ اردو۔ عملیات میں ۲/ ۲

(۶) مکتوبات کلیسیا - ایک سو کتیس مکتوب تصوف
 میں حضرت شیخ عظیم الشان جہاں آبادی نے مختلف مقامات
 میں حضرت امام احمد رضا علیہ الرحمہ کو بھیجے تھے ۲۰۴
 (۷) اعجاز عیسوی در ثبوت تحریف کتب سابقہ
 وتردید جواب اعتراضات پادریاں - عہ ۱۱۰
 (۸) ابطال التلبیث رد مضاری ہیں ۲۰۴
 (۹) - بہشت کو مثل میا جہت مذاہب وغلبہ
 اہل اسلام - ۱۱۰

(۱۰) فیصلہ ٹایکوارٹ آسمانی۔ عیسائی اور
مسلمانوں کا مباحثہ ۲۔
(۱۱) فرایض مصطفوی۔ تقسیم میراث کی
عربی کتابوں کا اردو ترجمہ۔ ۲۔
(۱۲) مولود شریف منطوم۔ ۲۔

(۷) کتب علمی و درسی مدارس پسرانه

(۱) جغرافیہ طبعی مولفہ لالہ کدانا ناتھ صاحب
ایم۔ اے۔ - حجم ۹۲ - جزو - تقطیع ۲۰ - ۲۶ کا
صفحہ ۰۵ - (۲) مرآۃ جغرافیہ - جہان
ایک مختصر جغرافیہ نوکڑہنگ اور طرز سو ۲
(۳) مرآۃ الطبیعیات ۰۶ / (۴) جغرافیہ
پنجاب مختصر - (۵) ریاض جہانگیر یعنی رسالہ
علم طبعی بطور سوال و جواب حصہ اول و دوم فی ۲۴
(۶) جغرافیہ مولفہ ششی اگر سیں - جلد ۰۳
ایشیا ۰۳ - پنجاب ۰۱ - گونیا کا مختصر جغرافیہ
۰۲ / (۷) اردو زبان کی تاریخ - اسپین
عموماً مختصر طور پر ہندوستان کی کل زبانوں کا بیان ہے
اور خصوصاً اردو زبان کی حقیقت اور اس کی اصل
و شرح بیان کی گئی ہے - ۸ / (۸) خلاصہ تاریخ
پنجاب صاحب بطور سوال و جواب ۰۵

المشتر باجو چرخ لال لک و غیر مطیع محب بند - فیض بازار دہلی -
بفیدہ فہرست کتب - ویکو صفر (ج)

یقینہ فہرست کتب درسی وغیرہ سرکاری

(۹) مہذب النساء معروف بکھڑ سیلی۔ عورتوں کی زبان میں انہیں کی تعلیم کے لئے
 حنائی کاغذ پر ۳۱۔ ولایتی کاغذ ۴۰۔ (۱۰) تعلیم النساء ۵۔ (۱۱) تہذیب النساء ۶۔ (۱۲)
 نکات الحساب ۶۔ (۱۳) شرح اقلیدس مقالہ اول ۳۔ (۱۴) مشکلات الحساب ۱۔ (۱۵)
 کاشن ساب ۲۔ (۱۶) محمود الحساب حصہ اول ۱۔ (۱۷) محمود الحساب حصہ دوم ۴۔ (۱۸) گلشن جنت
 ۵۔ (۱۹) الجبر کا بیڑ ۳۱۔ (۲۰) مخزن المضامین۔ اسپس ستند لوگوں کے اخلاقی و علمی مضامین
 درج ہیں۔ حجم ۴ جزو۔ تقطیع ۲۶۔ قیمت ۲۔ (۲۱) اکسیر نادر۔ اسپس گلٹ کریشکی ترکیبیں درج ہیں
 ۳۔ (۲۲) رسالہ رنگت۔ اسپس مختلف رنگوں سے کپڑا رنگنے کے وصفک درج ہیں ۲۔ (۲۳) حسن التواضع
 عم (۲۴) مخزن الترتیب یعنی قواعد فارسی بطور سوال و جواب ۲۔ (۲۵) خلاصہ قواعد اردو بطور
 سوال و جواب ۲۔ (۲۶) خلاصہ مصدر فیوض۔ بطور سوال و جواب ۲۔ (۲۷) حل ترکیب
 بوستان باب اول مع ترجمہ ۵۔ (۲۸) حل ترکیب بوستان باب دوم و سوم ۵۔ (۲۹) حل
 ترکیب بوستان مع ترجمہ باب اول و دوم ۱۰۔ (۳۰) حل ترکیب بوستان تیسری باب سو آخر تک ۱۲۔
 (۳۱) رسالہ ترکیب فارسی ۴۔ (۳۲) شرح بوستان مصنفہ منشی شیکند بہار عیم (۳۳) منہی الخوف
 ۴۔ (۳۴) فارسی کی پہلی کتاب ترجمہ ۲۔ (۳۵) فارسی کی دوسری کتاب ترجمہ ۲۔ (۳۶) منتخب گلستان
 کے دو باب کا ترجمہ ۲۔ (۳۷) کتب شوقیہ (۱) رسالہ ہندوستانی سیلیا
 مصنفہ حضرت امیر خسرو طوطی ہندو غیرہ ۲۔ (۲) نور و زمانہ غرہ خرم شر (۳) قصہ ہمایون
 ایک انگریزی ناول کا با محاورہ ہندوستانی ترجمہ عیم (۴) منتخب حکایات ۴۔ (۵) تذکرہ
 اسپس ساٹھویں سو شاعر عورتوں کا حال درج ہے۔ رسمی کاغذ ۹۔ سربراہ سپوری ۱۱۔ ولایتی
 کاغذ ۱۳۔ (۶) آئینہ سکندر ۲۔ (۷) سپاہی زادہ ظہور ۱۔ (۸) رسالہ کرکٹ ۲۔
 (۹) رسالہ ورزش ۳۔ (۱۰) زیارات العرب ۵۔ (۱۱) کتب انگریزی
 (۱) فرنگ مورل ریڈر ۳۔ (۲) اتالیق نگلش ۴۔ (۳) زینت السکول ۴۔
 (۴) نیولیر رائٹ مصنفہ بابو جگن ناتھ صاحب جوہر پٹی دفعہ چھپی ہے ۱۰۔ (۵) ہفتحات ملک
 مطبوعہ لاہور۔ (۱)۔ ایشیا۔ یورپ۔ آفریقہ۔ امریکہ۔ ہند۔ پنجاب۔ رنگین فی ۲۔
 پارچہ دار فی ۴۔ رولدار فی ۶۔ مطبوعہ دہلی۔ ہند و پنجاب کل رنگین ۲۰۔ ۲۶۔
 کاغذ پر فی ۳۔ دیگر ہند و پنجاب اور ہر ایک ملک کا نقشہ ۱/۲ کاغذ پر ۱/۲ تمام شد
اطلاع کتب بالانقرضیت بھیجنے پر المشتر سے مل سکتی ہیں۔ کمیشن پانچ روپیہ اور زائد پانچ
 روپیہ اور زائد ۲ روپیہ ۳ روپیہ اور زائد ۳ روپیہ بقرضہ

فیضان انگریزی ہندوستانی و کشمیری باکھل بنی جلد ۱۔ اصل قیمت ۵۰۔ بکفہ مع محصول ۱/۲

المشتر بالوچرخی لال ملک پتھر مطبع محبت ہند فیضان بازار دہلی

Allama Iqbal Library



114785

K UNIVERSITY LIB

Acc No

114785

Date

3 7 74

